# KARL MARX

# کارل مارکس

# ORIGIN OF CAPITAL

# سرمائے کی ابتدا

**1887**

یہ کتاب کارل مارکس کے "سرمائے" کی جلد اول کے آٹھویں باب پر مشتمل ہے۔اس باب کا نام ہے:

**The so-called Primitive Accumulation**

مارکس کی کتاب سرمایہ جلد اول پہلی دفعہ 1887 میں شائع ہوئی۔اس ایڈیشن کو فریڈرک اینگلز نے ایڈٹ کیا تھا۔

---

فہرست


☆ زمانہ قدیم کی جمع کا راز۔

☆ زراعت پیشہ آبادی کی زمین سے بے دخلی۔

☆ پندرھویں صدی کے اواخر سے بے دخل کئے جانے والوں کے خلاف خونی قانون۔پارلیمنٹ کے قانون سے اجرتوں میں بالجبر کمی۔

☆ سرمایہ دار کاشت کار کی ابتدا۔

☆ صنعت پر زراعتی انقلاب کا ردعمل۔صنعتی سرمائے کے لئے گھریلو منڈی کا قیام

☆ صنعتی سرمایہ دار کی ابتدا۔

☆ سرمایہ دارانہ جمع کا تواریخی رجحان۔

☆ آبادکاری کا جدید نظریہ۔

☆ مصنف کے تشریحی نوٹ۔

---

## زمانہ قدیم کی جمع کا راز

ہم دیکھ چکے ہیں کہ زرنقد کس طرح سرمائے میں تبدیل ہو جاتا ہے، کس طرح سرمائے کے وسیلے سے قدر زائد پیدا ہوتی ہے اور قدر زائد سے مزید سرمایہ۔لیکن سرمائے کی جمع قدر زائد میں مضمر ہوتی ہے، فاضل قدر سرمایہ دارانہ پیداوار میں مضمر ہوتی ہے، سرمایہ دارانہ پیداوار اشیائے تجارت پیدا کرنے والوں کے ہاتھوں میں قابل لحاظ مقدار میں سرمائے اور قوت محنت کی پہلے سے موجودگی میں مضمر ہے۔اس لئے پوری نقل وحرکت ایک لامتناہی چکر میں گردش کرتی معلوم ہوتی ہے، جس میں سے ہم سرمایہ دارانہ جمع سے پہلے "زمانہ قدیم کی "جمع ( آدم سمتھ کی سابقہ جمع ) کو مان کرہی باہر نکل سکتے ہیں، وہ جمع جو سرمایہ دارانہ طرز پیداوار کا نتیجہ نہیں، بلکہ اس کا نقطۂ آغاز ہے۔

سیاسی معاشیات میں زمانہ قدیم کی یہ جمع وہی حصہ ادا کرتی ہے جو دینیات میں گناہ آدم _ حضرت آدم نے سیب کھایا اور پھر اس کے سبب نوع انسانی عذاب میں مبتلا ہوئی۔جب اسے حکایت ماضی کی طرح بیان کیا جاتا ہے تو گویا اس کی آفرینش کی وضاحت کردی جاتی ہے۔اس زمانے میں جو مدتوں ہوئے گزر چکا ہے، دو وضع کے لوگ ہوا کرتے تھے : ایک تو محنتی، ذہین اور سب سے بڑھ کر کفایت شعار چیدہ چیدہ لوگ، دوسرے کاہل بدمعاش، اپنی خوراک صرف کر دینے والے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ عیش وعشرت کی زندگی پر اسراف کرنے والے۔دینیاتی گناہ، آدم کی حکایت ہمیں قطعی واضح کرتی ہے کہ کس طرح انسان کو اپنی روٹی خون پسینہ ایک کر کے حاصل کرنے کے عذاب میں مبتلا ہونا پڑا، لیکن معاشی گناہ، آدم کی تاریخ ہم پر یہ بھید کھولتی ہے کہ ایسے لوگ بھی ہیں جن کے لیے یہ کسی طرح لازم نہیں۔خیر چھوڑیے اسے! چنانچہ اس طرح یہ قرار پایا کہ اول الذکر قسم کے لوگوں نے دولت جمع کر لی اور موخر الذکر قسم والوں کے پاس آخر کار سوائے خود اپنی کھال فروخت کرنے کے اور کچھ بھی نہ بچا۔اور اس گناہ آدم سے اس غالب اکثریت کی مفلسی کا آغاز ہوتا ہے جس کے پاس، اپنی تمام تر محنت کشی کے باوجود، اب تلک سوائے اپنے آپ کو فروخت کرنے کے اور کچھ نہیں ہے، اور معدودے چند کی دولت متواتر بڑھتی رہتی ہے حالانکہ مدت ہوئی وہ کام کرنا ترک کر چکے ہیں۔ان بے لطف بچگانہ باتوں کا وعظ ہمیں یعنی ملکیت کا جواز فراہم کرنے کے

لیے روزانہ سنایا جاتا ہے۔ مثلاً موسیو تیئر کو اتنا اعتماد تھا کہ انھوں نے ایک سیاستدان کی پوری سنجیدگی کے ساتھ فرانسیسی عوام کے سامنے، جو کہ ایک زمانے میں نہایت ہی روحانیت پسند تھے، اس بات کو دہرایا۔ لیکن جیسے ہی املاک کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے ویسے ہی شیر خوار بچے کی ذہنی غذا کو ہر عمر کے لوگوں کے لئے اور ارتقاء کی تمام منزلوں کے لئے موزوں قرار دینا مقدس فرض بن جاتا ہے۔ اصل تواریخ میں یہ کڑوی سچائی موجود ہے کہ ملک گیری، غلام گیری، ڈکیتی، قتل، مختصر یہ کہ جبر کا بڑا حصہ ہوتا ہے۔ سیاسی معاشیات کے نازک وقائع میں یہ سہانی باتیں اس وقت سے چھائی ہوئی ہیں جب سے کہ یادداشت یاوری کرتی ہے۔ حق اور "محنت" یوم ازل سے دولتمند بننے کا واحد وسیلہ ہیں، "سال رواں" بلاشبہ اسی سے مستثنیٰ ہوا کرتا ہے۔ درحقیقت زمانہ قدیم کی جمع کے طریقے اور کچھ ہوں مگر دلکش نہیں۔

بذات خود زر اور اشیائے تجارت، ذرائع پیداوار اور معاش سے زیادہ سرمایہ نہیں ہوتے۔ وہ سرمائے میں بدل جانے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ مگر یہ تغیر و تبدل صرف بعض حالات کے تحت ہی ہوسکتا ہے جو اسی کے اندر مرکوز ہوتے ہیں یعنی اشیائے تجارت کے ان دونوں نہایت ہی مختلف وضع کے مالکان کا ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہونا اور تعلق میں آنا لازمی ہے، ایک طرف تو مالکان زر، ذرائع پیداوار، ذرائع معاش، جو ان قدروں کا جو ان کی ملکیت میں ہیں، میزان کل دوسرے لوگوں کی قوت محنت خرید کر، بڑھانے کے شوقین ہیں، دوسری طرف آزاد محنت کش، خود اپنی قوت محنت فروخت کرنے والے، اور اس لئے محنت فروش۔ آزاد محنت کش دوہرے معنوں میں یعنی یہ کہ نہ تو وہ خود ذرائع پیداوار کا جزو ہوتے ہیں، جیسے کہ غلاموں، زر خریدوں وغیرہ کی کیفیت ہوتی ہے، نہ ہی ذرائع پیداوار ان کے پاس ہوتے ہیں، جیسے صاحب املاک کسان، اس لئے وہ خود اپنے کسی وضع کے بھی ذرائع پیداوار سے، ان کے بار سے آزاد ہوتے ہیں۔ اشیائے تجارت کے لئے منڈی کے اس طرح دو مخالف مرکزوں میں بٹ جانے سے سرمایہ دارانہ پیداوار کی بنیادی شرائط پیدا ہو جاتی ہیں۔ سرمایہ دار نظام کی اولین شرط ان ذرائع کی ساری املاک سے محنت کشوں کی قطعی علیحدگی ہے جن سے وہ اپنی محنت کا صلہ وصول کر سکتے ہیں۔ جیسے ہی سرمایہ دارانہ پیداوار خود اپنے پیروں پر کھڑی ہو جاتی ہے، وہ نہ صرف اس علیحدگی کو برقرار رکھتی ہے بلکہ روز افزوں وسیع پیمانے پر اسے بڑھاتی رہتی ہے۔ اس لئے وہ عمل جو سرمایہ دارانہ نظام کے لئے راستہ صاف کرتا ہے، اس عمل کے علاوہ کوئی اور نہیں ہوسکتا جو محنت کش سے اس کے ذرائع پیداوار کا قبضہ چھین لیتا ہے، وہ عمل جو ایک طرف تو سماجی ذرائع پیداوار اور ذرائع معاش کو سرمائے میں تبدیل کر دیتا ہے، دوسری طرف براہ راست پیداوار حاصل کرنے والوں کو اجرت پر کام کرنے والے محنت کشوں میں۔ اس لئے نام نہاد زمانہ قدیم کی جمع، پیداوار سے الگ کرنے کے تواریخی عمل کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتی۔ یہ زمانہ قدیم کی معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ سرمائے کے قبل تواریخی مرحلے

کی اور اس سے مطابقت رکھنے والی طرز پیداوار کی تشکیل کرتی ہے۔

سرمایہ دارانہ سماج کی معاشی ترتیب وترکیب جاگیردارانہ سماج کی معاشی ترتیب وترکیب سے عود کر کے آئی ہے، موخر الذکر کے تحلیل ہونے سے اول الذکر کے عناصر آزاد ہو جاتے ہیں۔

براہ راست پیداوار حاصل کرنے والا، محنت کش، جب زمین سے بے تعلق ہو گیا اور کسی دوسرے کا غلام، زرخرید کسان، یا حلقہ بگوش نہیں رہ گیا تو وہ خود اپنے آپ کو ہی فروخت کر سکا۔ قوت محنت کو آزادانہ فروخت کرنے والا بننے کے لئے جو اپنا مال جہاں منڈی ملے لے جائے، اس کو ہم پیشہ لوگوں کی انجمنوں کی پابندیوں سے، شاگردوں اور کاریگروں کے متعلق ان کے قواعد وضوابط سے اور محنت کے ضوابط کے بارے میں ان کی بندشوں سے بھی مزید نجات حاصل کرنی پڑی ہوگی۔ اس وجہ سے وہ تواریخی تحریک جو پیداوار حاصل کرنے والوں کو اجرت پر کام کرنے والے مزدوروں میں تبدیل کر دیتی ہے ایک طرف تو زرخرید کسان کے زمرے سے اور ہم پیشہ لوگوں کی انجمنوں کی بیڑیوں سے ان کی نجات معلوم ہوتی ہے، اور ہمارے بورژوا تاریخ دانوں کے لئے صرف یہی حصہ عالم وجود میں ہے۔ لیکن دوسری طرف یہ نو آزاد لوگ اپنے آپ کو فروخت کرنے والے صرف اسی وقت بنے جبکہ اپنے تمام ذرائع پیداوار سے اور پرانے جاگیردارانہ انتظامات نے زندگی بسر کرنے کی جو ضمانتیں دی تھیں ان سے ان کو محروم کر دیا گیا۔ اور ان کی اس بے دخلی کی تاریخ نوع انسانی کے اخبار میں آتش ولہو کے حروف میں لکھی ہے۔

صنعتی سرمایہ داروں، ان نئے سلطانوں کو اپنی باری میں نہ صرف دستکاریوں کی ہم پیشہ انجمنوں کے کارخانہ داروں کو بلکہ جاگیرداروں کو بھی جو دولت کے سرچشموں کے مالک تھے، جگہ سے ہٹانا تھا۔ اس اعتبار سے سماجی اختیار حاصل کرنے میں ان کی فتح جاگیردارانہ حکمرانی اور اس کی نفرت انگیز مراعات کے اور ہم پیشہ انجمنوں اور پیداوار کی آزادانہ نشو ونما اور ترقی پر ان کی عائد کی ہوئی پابندیوں اور انسان کے ہاتھوں انسان کے آزادانہ استحصال دونوں ہی کے خلاف فاتحانہ جدوجہد معلوم ہوتی ہے۔ لیکن صنعتی سورما ان واقعات سے فائدہ اٹھا کر جن سے وہ خود پوری طرح نا آشنا تھے، تلوار کے دھنیوں کو اکھاڑ کر ان کی جگہ خود محض جم جانے میں کامیاب ہوئے۔ انھوں نے ویسے ہی ذلیل وسائل سے بلند مقام حاصل کیا ہے جیسے کہ روما کے غلام نے جسے جب آزاد کر دیا گیا تو ایک زمانے میں اپنے ہی سرپرستوں کا خود کو آقا بنالیا تھا۔

اس تغیر کا نقطہ آغاز جس نے اجرتی محنت کش کو نیز سرمایہ دار کو جنم دیا، محنت کش کی غلامی تھی۔ پیش قدمی اس غلامی کی شکل میں تبدیلی پر، جاگیردارانہ استحصال کے سرمایہ دارانہ استحصال میں تبدیل ہو جانے پر مشتمل تھی۔ اس کی پیش قدمی کو سمجھنے کے لئے ہمیں بہت زیادہ پیچھے جانے کی ضرورت نہیں۔ اگرچہ سرمایہ دارانہ پیداوار کی پہلی شروعات ہمیں چودھویں یا پندرھویں صدی جیسے ابتدائی زمانے میں کہیں کہیں بحیرہ روم کے بعض شہروں میں مل

جاتی ہیں لیکن سرمایہ دارانہ دور کا آغاز سولھویں صدی سے ہوتا ہے۔ جہاں کہیں بھی یہ نمودار ہوتا ہے وہاں زرخرید کسانوں کا زمانہ ایک عرصہ پہلے ختم ہو چکا ہوتا ہے اور قرون وسطی کی افضل ترین تبدیلی، خود مختار شہروں کے وجود کا ایک عرصہ پہلے زوال شروع ہو چکا ہوتا ہے۔

زمانہ قدیم کی جمع کی تاریخ میں وہ تمام انقلابات عصر آفریں ہوتے ہیں جو زیر تشکیل سرمایہ دارانہ طبقے کے لئے بیرم کا کام دیتے ہیں، لیکن سب سے زیادہ وہ لمحے جبکہ لوگوں کے جم غفیر اچانک اور بزور قوت اپنی روزی کے ذرائع سے نوچ کر الگ کر دئے جاتے ہیں اور محنت کشوں کی منڈی میں آزاد اور "غیر وابستہ" پرولتاریوں کی حیثیت سے دھکیل دئے جاتے ہیں۔ زراعتی پیداوار حاصل کرنے والے کی، کسان کی، زمین سے بے دخلی اس پورے عمل کی بنیاد ہے۔ اس بے دخلی کی تاریخ مختلف ملکوں میں مختلف صورت اختیار کر لیتی ہے اور تسلسل کی مختلف ترتیب میں اور مختلف مدتوں میں اپنے مختلف ادوار سے گزرتی ہے۔ صرف انگلستان ہی میں جسے ہم اپنی مثال کی حیثیت سے لے رہے ہیں، اس کی ٹکسالی شکل ہے (1)۔

## زراعت پیشہ آبادی کی زمین سے بے دخلی

انگلستان میں چودہویں صدی کے آخری زمانے میں زرخرید کسان قریب قریب غائب ہو چکے تھے۔ آبادی کی بہت ہی بڑی اکثریت (2) ان دنوں اور اس سے بھی زیادہ بڑی حد تک پندرہویں صدی میں، آزاد کسان مالکان پر مشتمل تھی خواہ جاگیردارانہ خطاب جس میں ان کا حق ملکیت چھپا ہوا ہوتا تھا، کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ زیادہ بڑی بڑی شاہی جاگیروں میں، بوڑھے کارندے کی جگہ، جو خود زرخرید کسان ہوا کرتا تھا، آزاد کاشتکار نے لے لی۔ زراعت کے اجرتی محنت کش جزوی طور پر ان کسانوں پر مشتمل ہوا کرتے تھے جو اپنے فرصت کے اوقات بڑی بڑی جاگیروں میں کام کر کے گزارا کرتے تھے، جزوی طور پر اجرتی مزدوروں کے خاص آزاد طبقے پر، جو نسبتی اور قطعی طور پر تعداد میں بہت تھوڑے تھے۔ موخر الزکر بھی ساتھ ہی ساتھ عملاً کاشت کرنے والے کسان ہوا کرتے تھے، کیونکہ اجرت کے علاوہ وہ اپنے لئے قابل کاشت زمین، 4 یا اس سے زیادہ ایکڑ تک، اپنے رہنے کے مکانوں کے ساتھ مقرر کرا لیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ انہیں بھی کسانوں کے ساتھ ساتھ شاملات سے استعفادے کا حق حاصل تھا جس کی بدولت ان کے مویشیوں کو چراگاہیں ملیں، ان کو عمارتی لکڑی، جلانے کی لکڑی، دلدل کا کوئلہ وغیرہ (3)۔ یورپ کے تمام ملکوں میں جاگیردارانہ پیداوار کی کرداری خصوصیت زمین کو زیادہ سے زیادہ ممکن تعداد میں شکمی، چھوٹی چھوٹی جاگیرداریوں میں تقسیم کرتی رہی ہے۔ کسی جاگیردار کی قوت کا، کسی حکمران کی طاقت کی طرح انحصار اس کی زمین سے وصول شدہ لگان پر نہیں بلکہ اس کی رعایا کی تعداد پر ہوا کرتا تھا، اور موخر الزکر کا انحصار

کسان زمینداروں کی تعداد پر ہوتا تھا(4)۔ اس لئے اگر چہ انگلستان کی زمین، نارمنوں کی فتح کے بعد بڑے بڑے تعلقوں میں تقسیم کر دی گئی تھی، اکثر جن میں سے ہر ایک میں کوئی 900 پرانی اینگلو سیکسن جاگیریں شامل ہوا کرتی تھیں، وہ چھوٹی چھوٹی زمینداریوں سے پٹی پڑی تھی، صرف کہیں کہیں بیچ بیچ میں بڑی شاہی جاگیریں آجاتی تھیں۔ ایسے حالات نے شہروں کی خوش حالی کے ساتھ مل کر جو کہ پندرہویں صدی کی نمایاں کرداری خصوصیت تھی، لوگوں کی اس دولت کے جمع ہو جانے کا موقع دیا جس کی چانسلر فورتیسکیو نے اپنی تصنیف "لاڈبس لیگوم انگلئی" میں نہایت وضاحت کے ساتھ تصویر کشی کی ہے لیکن سرمایہ دارانہ دولت کا امکان اس سے بعید تھا۔

اس انقلاب کا پیش خیمہ جس نے سرمایہ دارانہ طرز پیداوار کی بنا ڈالی، پندرہویں صدی کی آخری تہائی اور سولھویں صدی کے پہلے عشرے میں قائم ہوا تھا۔ جاگیری خادموں کی جن سے جیسا کہ سر جیمز استوارٹ نے درست کہا ہے: "ہر جگہ محل اور قلعے بیکار بھرے پڑے تھے" (جے۔ اسٹوارٹ "سیاسی معاشیات کے اصولوں کے بارے میں تحقیقات" جلد اول، ڈبلن، 1770) جماعتیں ٹوٹ جانے سے آزاد پرولتاریوں کا جم غفیر مزدور منڈی میں ٹوٹ پڑا۔ اگر چہ شاہی حکومت نے جو بذات خود بوژوا ارتقاء کا نتیجہ تھی، قطعی مکمل خود مختاری کے اپنے جھگڑے کے بعد خادموں کی ان جماعتوں کو زبردستی توڑنے میں عجلت کی، لیکن یہ کسی طرح بھی اس کا واحد سبب نہ تھی۔ بادشاہ اور پارلیمنٹ سے اپنی گستاخانہ لڑائی میں بڑے بڑے تعلقہ دار جاگیرداروں نے کسان کو اس زمین سے جس پر اس کے خود تعلقہ دار کی طرح ہی کا جاگیری حق تھا، زبردستی بھگا کر اور شاملات کو ہڑپ کر کے، ناقابل موازنہ کہیں زیادہ پرولتاریہ پیدا کر دیا۔ فانڈرس کے اون بنانے والوں کے تیزی کے ساتھ عروج اور اسی مناسبت سے انگلستان میں اون کی قیمت میں اضافے نے ان بے دخلیوں کے لئے براہ راست اکسایا۔ پرانے رؤسا کو بڑی بڑی جاگیردارانہ جنگیں ہڑپ کر گئی تھیں۔ نئے رؤسا اپنے زمانے کی اولاد تھے جس میں روپیہ پیسہ تمام طاقتوں کی ایک طاقت تھا۔ قابل زراعت زمین کا بھیڑوں کی چراگاہوں میں تبدیل کرنا، اس لئے، اس کا نعرہ تھا۔ ہیریسن اپنی تصنیف "انگلستان کا تذکرہ، ہولنشید کے روزنامچے کی تمہید کی طرح" میں بیان کرتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے کسانوں کی بے دخلی ملک کو کس طرح تباہ و برباد کر رہی ہے۔ "ہمارے ہاں کے غاصبوں کو کیا پروا؟" کسانوں کے گھر اور مزدوروں کے جھونپڑے مسمار کر ڈالے گئے تھے یا تباہ و برباد ہونے کو چھوڑ دیے گئے تھے۔ ہیریسن لکھتے ہیں: "اگر ہر جاگیر کی مسلیں تلاش کی جائیں.... تو جلد ہی معلوم ہو جائیگا کہ بعض جاگیروں میں سترہ، اٹھارہ یا بیس مکانات سکڑ گئے ہیں... کہ انگلستان آج سے پہلے کبھی اتنا کم آراستہ نہ تھا... شہروں اور قصبوں کا حال یہ ہے کہ یا تو وہ قطعی برباد ہو گئے ہیں یا چوتھائی یا آدھے سے زیادہ کم ہو گئے، اگر چہ اس میں یہاں وہاں کچھ کمی بیشی ہو سکتی ہے، ان قصبوں کی بات جنہیں بھیڑوں کی چراگاہوں کے لئے مسمار کر دیا گیا ہے اور وہاں کچھ باقی نہیں ہے سوائے جاگیرداروں کے

مکانات کے... میں کچھ کہہ سکتا تھا۔"ان پرانے اخبار نویسوں کی شکایات میں ہمیشہ مبالغہ آرائی ہوا کرتی ہے لیکن پیداوار کی کیفیتوں میں انقلاب کا ہم عصروں پر جو تاثر ہوا تھا اس کی وہ سچائی کے ساتھ عکاسی کرتے ہیں۔ چانسلر فورتیسکیو اور تھامس مور کی تحریروں کا موازنہ پندرہویں اور سولھویں صدیوں کے درمیان خلیج کو واضح کرتا ہے۔ جیسے کہ تھارنٹن نے درست کہا ہے، انگریز مزدور طبقہ اپنے سنہری عہد سے آہنی عہد تک کی کوئی عبوری منزل طے کئے بغیر تیار ہو گیا تھا۔

قانون سازی اس انقلاب سے خوفزدہ ہو گئی تھی۔ وہ ابھی تہذیب کی اس بلندی پر جا کر کھڑی نہیں ہوئی تھی جہاں "قوم کی دولت" (یعنی سرمائے کی تشکیل، اور لوگوں کے انبوہ کا اندھا دھند استحصال اور افلاس زدگی) ساری ریاست سازی کی حد آخر ہے۔ ہینری ہفتم کی اپنی تاریخ میں بیکن کہتے ہیں: "ان دنوں (1489) احاطہ بندیاں زیادہ عام ہونی شروع ہو گئیں جس سے قابل کاشت زمین (جس کو لوگوں اور کنبوں کے بغیر زرخیز نہیں بنایا جا سکتا تھا) چراگاہوں میں تبدیل کر دی گئی جن سے چند چرواہے با آسانی نمٹ لیا کرتے تھے، اور برس ہا برس کی، تا حیات اور غیر میعادی لگان داری (کہ جس پر بہت سے کاشتکاروں کی گزر اوقات تھی) قبضہ مالکانہ میں تبدیل کر لی گئی۔ اس سے لوگوں پر زوال آیا اور (اس کے نتیجے میں) قصبوں، گرجاؤں، عشری محصولوں اور ایسی ہی دوسری چیزوں پر زوال۔ اس تکلیف کا علاج کرنے میں ان دنوں بادشاہ کی دانشمندی قابل تعریف تھی اور پارلیمنٹ کی... انھوں نے احاطوں کو خالی کرا کے، اور چراگاہوں کو خالی کرا کے، لے لینے کا راستہ اختیار کیا۔" ہینری ہفتم کے ایک قانون مجریہ 1449 کی دفعہ 19 نے تمام "کاشتکاری مکانوں" کی جن سے کم از کم 20 ایکڑ زمین وابستہ ہو، مسماری کی مخالف کر دی۔ ہینری ہشتم کے ایک قانون مجریہ پچیسویں سال جلوس، کے ذریعے اسی قانون کی تجدید کر دی گئی۔ اس میں اور باتوں کے علاوہ یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ بہت سے کھیت اور مویشیوں، خصوصاً بھیڑوں کے بڑے بڑے گلے چند لوگوں کے ہاتھوں میں جمع ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے زمین کا لگان بہت بڑھ گیا ہے اور جتائی گھٹ گئی ہے، گرجاؤں اور مکانوں کو مسمار کر دیا گیا ہے اور بے شمار لوگ ان وسائل سے محروم کر دیے گئے ہیں جن سے وہ اپنے اور اپنے بال بچوں کے لئے روزی مہیا کرتے۔ یہ قانون اس لئے تباہ شدہ کھیتوں کھلیانوں کی از سرنو تعمیر کا حکم دیتا اور اناج اگانے کی زمین اور چراگاہوں کی زمین کے درمیان ایک تناسب مقرر کرتا ہے، وغیرہ۔ 1533 کا ایک قانون کہتا ہے کہ بعض مالکان کے پاس 24 ہزار بھیڑیں ہیں، اور ملکیت کی تعداد کو 2000 تک محدود کر دیتا ہے (5)۔ لوگوں کی چیخ پکار اور قانون کی ہینری ہفتم کے بعد 150 برس تک، چھوٹے کاشتکاروں اور کسانوں کی بے دخلی کی مخالف، یکساں بے نتیجہ رہے۔ ان کے ناکارہ پن کا راز، بیکن، انجانے میں ہم پر واضح کر دیتا ہے۔" شاہ ہینری ہفتم کی ترکیب" بیکن نے اپنے "مضامین، شہری اور اخلاقی" مضمون 29 میں لکھا ہے"

دوررس اور قابل تعریف تھی، فارموں اور کھیتی باڑی کے گھرانوں کو ایک معیار کا بنانے میں، یعنی ان کو اس تناسب میں زمین دے کر قائم رکھتے ہوئے کہ وہ ایسی رعایا کی پرورش کر سکیں کہ جو سہولت اور خوش حالی کی زندگی بسر کرے اور کوئی حالت غلاموں کی سی نہ ہو، اور ہل مالکوں کے ہاتھ میں رکھا جائے اور محض اجرتیوں کے نہیں۔"(6) سرمایہ دارانہ نظام کا دوسری طرف مطالبہ تھا لوگوں کے جم غفیر کے لئے گھٹیا اور قریب قریب غلاموں کی سی حالت کا، ان کو بھاڑے کے ٹٹوؤں میں اور ان کے ذرائع محنت کو سرمائے میں بدل ڈالنے کا۔ اس عبوری مدت کے دوران، قانون نے اجرت پر کام کرنے والے زراعتی مزدور کے گھر کے پاس 4 ایکڑ زمین کو برقرار رکھنے کی بھی کوشش کی اور اپنے مکان میں لوگوں کو ٹھہرانے کی ممانعت کر دی۔ جیمز اول کے دور حکومت میں، 1627 میں فرنٹ مل کے روگر کراکر کو اس بات پر سزا دی گئی تھی۔ چارلس اول کے دور حکومت تک میں بھی 1638 میں پرانے قوانین کی تعمیل کے لئے ایک شاہی کمیشن مقرر ہوا تھا، خصوصاً اس کی جس میں 4 ایکڑ زمین کا حوالہ تھا۔ کرام ویل کے زمانے میں بھی لندن کے چار میل کے حلقے میں مکان کی تعمیر کی اس وقت تک ممانعت تھی جب تک کہ 4 ایکڑ زمین اس کے نام وقف نہ کر دی گئی ہو۔ اٹھارویں صدی کے پہلے نصف تک بھی زراعتی مزدور کے مکان سے ملحق اگر دو ایک ایکڑ زمین نہ ہو تو شکایت کی جاتی ہے۔ آج کل اگر وہ ایک چھوٹے سے باغ سے آراستہ ہو یا اگر وہ اپنے مکان سے بہت دور کہیں چھوٹے چھوٹے قطعات زمین لگان پر لے سکے تو خوش قسمت ہوتا ہے۔ "زمیندار اور کاشتکار" ڈاکٹر ہنٹر کہتے ہیں:" یہاں ملی بھگت سے کام کرتے ہیں۔ مکان کے ساتھ چند ایکڑ زمین مزدوروں کو بے حد خود مختار کر دے گی۔"(7)

لوگوں کو بالجبر بے دخل کرنے کے عمل کو سولھویں صدی میں؟ تجدید مسیحیت سے اور اس کے نتیجے میں کلیسا کی جائیداد کی زبردست بربادی سے ایک نیا اور خوفناک بڑھاوا ملا۔ تجدید مسیحیت کے زمانے سے پہلے کیتھولک کلیسا انگلستان کی اراضی کے بہت بڑے حصے کا جاگیری مالک تھا۔ خانقاہوں وغیرہ کو بند کرنے کی وجہ سے ان میں رہنے والے پرولتاریہ میں دھکیل دیے گئے۔ بڑی حد تک کلیسا کی جاگیریں بے حد لالچی شاہی مقربین کو دے دی گئیں یا سٹے باز کاشتکاروں اور شہریوں کو نہایت ہی کم داموں پر فروخت کر دی گئیں جنھوں نے موروثی شکمی لگان داروں کو بیک وقت ایک سرے سے نکال بھگایا اور ان کی زمینوں کو ملا کر ایک کر دیا۔ گرجا کے عشرے کے ایک حصے میں سے غریب لوگوں کو دی ہوئی، قانونی طور پر ضمانت شدہ جائداد کو چپ چاپ ضبط کر لیا گیا(8)۔ انگلستان کے دورے کے بعد ملکہ ایلیزبتھ نے بے ساختہ کہا تھا" پاپر یو بیک جیسیٹ "(غربا ہر جگہ ناخوش ہیں)"اس کے دور حکومت کے 43 ویں سال محصول برائے امداد غرباء نافذ کر کے قوم کے افلاس کو سرکاری طور پر تسلیم کرنا پڑا۔" اس قانون کے مصنفین ایسا لگتا ہے کہ اس کے اسباب واضح کرنے پر شرمسار تھے کیونکہ (روایتی انداز کے برعکس) اس کی قطعی کوئی

تمہید نہیں ہے" (9)۔ چارلس اول کے قانون چہارم مجریہ سولہویں سال جلوس، کے ذریعہ اس کے دائمی ہونے کا اعلان کر دیا گیا اور درحقیقت صرف 1834 ہی میں اس نے نئی اور زیادہ سخت صورت اختیار کی (10)۔ تجدید مسیحیت کے یہ فوری نتائج اس کے سب سے زیادہ پائیدار نتائج نہیں تھے۔ گرجے کی جائداد نے اراضیاتی املاک کی روایتی شرائط کے مذہبی قلعے کی تشکیل کی تھی۔ اس کے زوال کے ساتھ ساتھ وہ بھی نافذ ہونے کے لائق نہیں رہ گئیں (11)۔

سترہویں صدی کے آخری عشرے میں بھی معافی داروں کی جو آزاد کسانوں کا ایک طبقہ تھا، تعداد کاشتکاروں کے طبقے سے زیادہ تھی۔ کرام ویل کی طاقت کے وہی پشت پناہ تھے، اور میکالے کے اعتراف کے مطابق بھی، شرابی رؤسا اور ان کے خادموں، دیہی پادریوں کے جنہیں اپنے آقاؤں کی دھتکاری ہوئی محبوباؤں سے شادی کرنی پڑتی تھی، مقابلے میں بہتر تھے۔ 1750 کے لگ بھگ معافی داری غائب ہوگئی تھی (12)، اور اسی طرح اٹھارویں صدی کے آخری عشرے میں زراعتی محنت کشوں کی شاملات کے آخری نشانات بھی۔ یہاں ہم زراعتی انقلاب کے خالص معاشی اسباب کو ایک طرف چھوڑ دیتے ہیں۔ ہم صرف جبری وسائل پر بحث کرتے ہیں جو کام میں لائے گئے۔

خاندان اسٹوارٹ کی بحالی کے بعد مالکان اراضی نے، قانونی وسائل سے، غاصبانہ کارروائی شروع کر دی جو براعظم یورپ میں ہر جگہ کسی قانونی قاعدے کے بغیر انجام دی گئی تھی۔ انہوں نے جاگیردارانہ اصول لگان داری کا خاتمہ کر دیا یعنی انہوں نے ریاست کی جانب اس کی تمام ذمہ داریوں سے نجات حاصل کر لی، کسانوں پر اور باقی عوام الناس پر جدید نجی حقوق مالکانہ اپنے لیے جائز قرار دلوا لیے جن پر ان کا صرف جاگیردارانہ حق ملکیت تھا، اور آخر میں یہ کہ انتقال اراضی کے وہ قوانین منظور کیے جنہوں نے مناسب تغیر و تبدل کے ساتھ انگلستان کے زراعتی مزدور پر وہی اثر ڈالا جو روسی کسانوں پر تاتاری بورس گودونوف کے فرمان نے ڈالا تھا۔ (ظاہر ہے کہ یہ 1597 کے فرمان کا حوالہ ہے جو فیودور ایوانووچ کے دور حکومت میں جاری ہوا تھا جبکہ روس کا اصل حکمران بورس گودونوف تھا۔ اس فرمان کے تحت ان کسانوں کو جو اپنے مالکان زمین کے ناقابل برداشت ظلم و استبداد اور غلامی سے تنگ آ کر بھاگ گئے تھے، پانچ برس کے اندر اندر تلاش کرنا اور سابقہ مالکوں کے پاس واپس پہنچانا تھا۔)

"شاندار انقلاب" (یہ اصطلاح انگلستانی بورژوا تاریخ نویس 1688 میں حکومت کا تختہ الٹنے کے اس واقعے کو بیان کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں جس کے بعد انگلستان میں دستوری بادشاہت قائم ہوئی جو اراضیاتی رؤسا اور بڑی بورژوازی کے درمیان مصالحت پر مبنی تھی۔) آرینج کے ولیئم (13) کے ساتھ ساتھ قدر زائد کو تصرف میں لانے والے زمینداروں اور سرمایہ داروں کو بھی برسر اقتدار لے آیا۔ انہوں نے بڑے ہی

زبردست پیمانے پر ریاست کی زمینوں کی چوریاں کرنے کے نئے دور کا آغاز کیا، وہ چوریاں جو اب تلک ذرا معمولی پیمانے پر تنگڑم سے کر لی جایا کرتی تھیں۔ یہ جاگیریں بخش دی جاتی، مضحکہ خیز داموں پر فروخت کردی جاتی یا یہاں تک کہ براہ راست قبضہ کر کے نجی جاگیروں میں شامل کر لی جاتی تھیں (14)۔ یہ سب کچھ قانونی ضابطوں کی ذرا بھی تعمیل کے بغیر ہوا۔ شاہی زمینوں کے اس طرح دھوکے سے ہتھیا لیے جانے سے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ گرجے کی جاگیروں کی، جہاں تک کہ وہ جمہوریائی انقلاب کے دوران ہاتھ سے نکل نہیں گئی تھیں، لوٹ مار سے انگلستان کے آج کے امرا کی نوابی مملکتوں کی بنیاد پڑتی ہے (15)۔ اس کارروائی کی بورژوا سرمایہ داروں نے اور باتوں کے علاوہ، اس نظریے سے تائید کی کہ اراضی کی آزادانہ تجارت کو فروغ ملے، بڑے فارموں کے نظام کی بنیاد پر جدید زراعت کی مملکت کو توسیع حاصل ہو، اور آزاد زراعتی پرولتاریوں کی ان کے لیے فراہمی، جو ہاتھ کے ہاتھ ہو، بڑھ جائے۔ اس کے علاوہ بینک کاری سے بننے والے نئے رئیسوں کے، نوزائدہ بلند پرواز ان مالیات کے اور بڑے بڑے کارخانہ داروں کے جن کا ان دنوں انحصار حفاظتی محصولات پر تھا، قدرتی ساتھی اراضیاتی روٴسا تھے۔ انگلستانی بورژوازی نے خود اپنے مفاد میں عمل کیا، ٹھیک اسی دانشمندی کے ساتھ جس طرح سویڈن کی بورژوازی نے کیا تھا؛ جس نے اپنے معاشیاتی ساتھیوں، کسانوں کے ساتھ مل کر عمل کو پلٹتے ہوئے بادشاہوں کی مدد کی تھی کہ وہ بالائی طبقۂ امراء سے شاہی زمینات بالجبر واپس لے لیں۔ یہ عمل 1604 سے ہوتا رہا اور چارلس دہم اور چارلس یازدہم کے تحت۔

شاملاتی املاک کی _ جو ریاستی املاک سے جس کا ابھی ذکر کیا گیا ہے، ہمیشہ الگ رہی ہے _ پرانے ٹیوٹونی ادارے کی حیثیت تھی جو جاگیردارانہ نظام کے پردے میں برقرار رہے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح اس کو زبردستی ہڑپ کر لینے کا عمل، جو عموماً مزروعہ زمین کو چراگاہوں میں تبدیل کرنے کے ساتھ ساتھ انجام پایا تھا، پندرھویں صدی کے آخر سے شروع ہوتا اور سولہویں صدی تک بڑھ آتا ہے۔ لیکن ان دنوں یہ عمل تشدد کی انفرادی کارروائیوں کے ذریعے انجام دیا جارہا تھا جن کے خلاف قانون ڈیڑھ سو سال تک جہاد کرتا رہا مگر بے سود۔ اٹھارویں صدی میں جو پیش قدمی کی گئے ہے اس کا اظہار اس طرح ہوتا ہے کہ خود قانون اب عوام کی زمین کی چوری کا آلہء کار بن جاتا ہے، حالانکہ بڑے کاشتکار اپنے چھوٹے موٹے آزادانہ طریقوں کو بھی کام میں لاتے ہیں (16)۔ ڈکیتی کی پارلیمانی شکل شاملات کے گرد احاطہ بنانے کے قوانین کی ہے، بہ الفاظ دیگر وہ حکم نامے جن کے بموجب عوام کی زمین کو زمیندار اپنی نجی ملکیت کی حیثیت سے خود اپنے نام منظور کرا لیتے ہیں، عوام کو بے دخل کرنے کے حکم نامے۔ سر ایف۔ ایم۔ ایڈن نے خود اپنی ہی پرفن خاص پیروی کی تردید کی، جس میں وہ شاملاتی املاک کو بڑے زمینداروں کی جنہوں نے جاگیردار مالکوں کی جگہ لے لی ہے، نجی املاک ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں،

جبکہ وہ خود "شاملات کی احاطہ بندی کے لیے پارلیمنٹ کے عام قانون کا مطالبہ کرتے ہیں (اوراس طرح تسلیم کر لیتے ہیں کہ نجی ملکیت میں اس کی تبدیلی کے لئے ایک پارلیمانی "انقلاب "ضروری ہے )،اوراس کے علاوہ قانون ساز ادارے سے بے دخل غربا کی قانونی چارہ جوئی سے تحفظ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ (17)

جبکہ خود مختار معافی دار کی جگہ غیر میعادی کاشتکاروں ، سالانہ پٹوں پر چھوٹے چھوٹے کاشت کاروں ، زمینداروں کی خوشنودی پر منحصر رہنے والے تابعداروں کے مجمع بے ترتیب نے لے لی تو شاملاتی زمینوں کی باقاعدہ ڈکیتی نے ، ریاستی علاقوں کی چوری کے ساتھ ، ان بڑے بڑے فارموں کی ، جو اٹھارویں صدی میں سرمائے کے فارم (18) یا تاجروں کے فارم (19) کہلاتے تھے،توسیع میں اوراشیا سازی کی صنعت کے لئے پرولتاریوں کی حیثیت سے زراعت پیشہ آبادی کو " آزاد کرنے میں "خاص طور سے مدد دی۔

لیکن اٹھارویں صدی نئے قومی دولت اورعوام کے افلاس کے درمیان یگانگت کواس قدر مکمل طریقے سے ابھی تسلیم نہیں کیا تھا جس قدر کہ انیسویں صدی نے کرلیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس زمانے کی معاشیاتی تحریروں میں " شاملات کی احاطہ بندی "پر انتہائی زوردار مناظرے ملتے ہیں۔میرے سامنے جو ڈھیروں مواد پڑا ہوا ہے اس میں سے چند اقتباسات پیش کررہا ہوں جو اس زمانے کے حالات پر خوب روشنی ڈالیں گے۔ایک برہم شخص لکھتا ہے کہ " ہرٹفورڈ شائر کے کئی حلقوں میں 24 فارموں کو جو اوسطاً 50 سے 150 ایکڑ کے تھے، ملا کرتین فارموں میں تبدیل کردیا گیا ہے۔" (20) نارتھیمپٹن شائر اور لیسیسٹر شائر میں شاملات کی احاطہ بندی بہت ہی بڑے پیمانے پر ہوئی ہے،اور بیشتر نئی ملکیتیں ، جو احاطہ بندی کا نتیجہ ہیں، چراگاہوں میں تبدیلی کردی گئی ہیں،جس کے نتیجے میں بہت سی ملکیتوں کے اندر اب سالانہ 50 ایکڑ میں بھی کھیتی نہیں ہوتی ، جہاں پہلے 1500 میں ہوا کرتی تھی۔ سابقہ رہائشی مکانوں،کھلیانوں،اصطبلوں وغیرہ کے کھنڈرات " سابقہ باشندوں کی واحد علامات ہیں"۔بعض کھلے کھیت کے گاؤوں میں ایک سو مکانات اور کنبے ... گھٹ کر آٹھ یا دس رہ گئے ہیں... جن حلقوں میں احاطہ بندی ہوئے صرف دس یا بیس برس ہوئے ہیں ان میں سے بیشتر میں مالکان زمین تعداد میں وہاں کھلے کھیتوں کی حالت میں قبضہ رکھنے والوں کی تعداد کی بہ نسبت بہت ہی کم ہیں۔ یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے کہ اس جگہ چار یا پانچ چرواہی کرانے والوں کی بڑی احاطہ بند مجموعی ملکیتیں ہوں جو پہلے بیس یا تیس کاشتکاروں کے ہاتھوں میں تھی اور اتنے ہی چھوٹے لگان داروں اور مالکوں کے پاس۔اب تلک ان سب کو بال بچوں سمیت اور بہت سے دوسرے کنبوں کو جو زیادہ تر انہیں کے ہاں ملازم تھے اور ان کی کفالت میں تھے، اپنی رہائش گاہوں سے نکال باہر کردیا گیا ہے"۔(21) صرف بیکار پڑی ہوئی زمین ہی کو نہیں، بلکہ اکثر شاملات یا برادری کو ادا کردہ متعینہ لگان پر لی ہوئی مزروعہ زمین کو بھی پڑوس کے زمینداروں نے احاطہ بندی کے بہانے اپنے قبضے میں کرلیا تھا۔" یہاں میرے پیش

نظر کھلے کھیتوں اوران زمینوں کی احاطہ بندیاں ہیں جن کی پہلے ہی اصلاح کی جا چکی ہے۔ احاطہ بندیوں کے دفاع میں لکھنے والے بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ گھٹے ہوئے دیہات فارموں کی اجارہ داریوں میں اضافہ کرتے، اشیائے خوردونوش کی قیمتیں بڑھاتے اور بستیوں کے اجڑنے کا باعث ہوتے ہیں.. اور بنجر زمینوں کی احاطہ بندی بھی (جیسے اب کی جا رہی ہے) غربا کو روزی کے ایک حصے سے محروم کر کے ان کے لئے باعث آزار ہے، اور فارموں کی توسیع ہی کا باعث بنتی ہے جو کہ پہلے ہی حد سے زیادہ بڑے ہو چکے ہیں"۔(22) ڈاکٹر پرائس کہتے ہیں کہ "جب یہ زمین چند بڑے بڑے کاشتکاروں کے ہاتھوں میں پہنچ جاتی ہے تو نتیجہ یہی ہونا چاہئے کہ چھوٹے چھوٹے کاشتکار" (جنہیں اس سے پہلے انہوں نے "بے شمار چھوٹے چھوٹے مالکان اور لگان دار" قرار دیا ہے،" جو کہ اس زمین کی پیداوار سے جو کہ ان کے قبضے میں ہے، شاملات میں رکھی جانے والی بھیڑوں سے، مرغیوں، سور وغیرہ سے اپنا اور اپنے بال بچوں کا گذارہ کرتے ہیں اور اس لئے جنہیں گذراوقات کی کسی چیز کے خریدنے کا کم ہی موقع ہوتا ہے") "ایسے لوگوں کی جماعت میں تبدیل ہو جائیں گے جو دوسروں کے لئے کام کر کے اپنی روزی کماتے ہیں اور جن کے لئے ضروری ہو جائے گا کہ اپنی تمام ضروریات بازار سے خریدیں۔ غالباً مزدور زیادہ ہو جائیں گے کیونکہ اس کے لئے مجبوریاں زیادہ ہوں گی... قصبے اور اشیا سازی کے مرکز بڑھیں گے، کیونکہ جگہوں اور نوکری کی جستجو میں زیادہ لوگ وہاں ہنکا دئے جائیں گے۔ فارموں کو جمع کرنے کا عمل قدرتی طور پر اسی طرح رونما ہوتا ہے۔ اور یہی وہ طریقہ ہے جس کے مطابق کئی برس سے درحقیقت یہ اس سلطنت میں جاری ہے۔" (23) احاطہ بندیوں کے اثر کا خلاصہ وہ اس طرح پیش کرتے ہیں: "بحیثیت مجموعی، لوگوں کے نچلے درجوں کی صورت حالات قریب قریب ہر اعتبار سے بدتری کی جانب بدل جاتی ہے۔ مختصر سی زمین پر قبضہ رکھنے والوں سے گھٹ کر وہ یومیہ مزدوری پانے والا کامگار اور اجیر مزدور رہ جاتا ہے؛ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اس حالت میں ان کی گزراوقات زیادہ مشکل ہو گئی ہے۔" (24) درحقیقت شاملات کی زمینیں ہڑپ ہو جانے اور اس کے ساتھ ساتھ زراعت میں جو انقلاب ہوا اس نے زراعت پیشہ مزدوروں کو اس قدر شدت کے ساتھ متاثر کیا کہ، ایڈن کے بیان کے مطابق بھی 1765 اور 1780 کے درمیان ان کی اجرتیں کم از کم سطح سے بھی نیچے گرنے لگیں اور ان میں سرکاری قانون غربا کے مطابق دی جانے والی امداد شامل کی جانے لگی۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کی اجرتیں "قطعی ضروریات زندگی کے لیئے کافی ہونے سے زیادہ نہیں تھیں"۔

آیئے ایک لمحے کے لئے ہم احاطہ بندیوں کے ایک حامی اور ڈاکٹر پرائس کے مخالف کی سنیں "نہ ہی یہ کوئی اہم بات ہے کہ بستیاں ضرور اجڑیں گی، کیونکہ کھلے کھیتوں میں لوگ اپنی محنت ضائع کرتے نظر نہیں آتے... اگر چھوٹے چھوٹے کاشتکاروں کو ایسے لوگوں کی جماعت میں تبدیل کر کے جنہیں دوسروں کے لئے کام کرنا پڑتا ہو،

مزدور زیادہ مہیا ہو جاتے ہوں، تو یہ ایک ایسا فائدہ ہے جس کا قوم کو (بلاشبہ جس سے "بدلے ہوؤں" کا تعلق نہیں ہے) "خواہاں ہونا چاہئے... کہ جب ان کی مشترکہ محنت سے ایک ہی فارم پر استفادہ کیا جاتا ہے تو پیداوار زیادہ حاصل ہوتی ہے، اشیا سازی کے مرکزوں کے لئے فراوانی ہوگی اور اس ذریعے سے اشیا سازی کے مرکز، جو کہ قوم کی کانوں میں سے ایک ہے، اناج کی پیدا شدہ مقدار کے تناسب میں بڑھیں گے۔"(25)

جس صبر و تحمل اور ذہنی سکون کے ساتھ سیاسی معاشیات دان "املاک کے مقدس حقوق" کی انتہائی بے شرمی کے ساتھ خلاف ورزیوں کو اور لوگوں پر شدید ترین تشدد کو، جونہی وہ سرمایہ دارانہ طریقہ پیداوار کی بنیادیں استوار کرنے کے لئے ضروری ہوتے ہیں دیکھا کرتے ہیں، اس کا مظاہرہ سر ایف۔ ایم۔ ایڈن کرتے ہیں جو سرتاپا ہمدرد بنی نوع انسان اور ٹوری ہیں۔ چوریوں کا پورا سلسلہ، ناجائز دست اندازیاں اور عام لوگوں کی پریشانی جو پندرہویں صدی کے آخری تہائی سے اٹھارویں صدی کے آخر تک رہیں، ان سے محض یہ پراطمینان نتیجہ اخذ کرا سکیں: "مزروعہ زمین اور چراگاہ کے درمیان موزوں تناسب قائم کیا جانا تھا۔ پوری چودہویں صدی اور پندرہویں کے بڑے حصے کے دوران ایک ایکڑ چراگاہ پر 2، 3 اور یہاں تک کہ ۴ ایکڑ مزروعہ زمین تھی۔ سولہویں صدی کے وسط کے قریب تک یہ تناسب بدل کر ۲ ایکڑ چراگاہ پر، بعد میں ۱۱ ایکڑ پر ایک مزروعہ رہ گیا تھا، یہاں تک کہ آخرکار چراگاہ کے ۱۳ ایکڑ پر مزروعہ زمین کے ایک کا جائز تناسب حاصل ہوگیا۔"

انیسویں صدی میں زراعتی مزدور اور شاملات کے درمیان تعلق کی یاد بھی، واقعی، غائب ہوگئی۔ زیادہ قریبی زمانے کے بارے میں کچھ نہ کہا جائے تو بھی کیا زراعت پیشہ آبادی کو 3511770 ایکڑ شاملات کی زمین کے معاوضے میں، جو 1801 اور 1831 کے درمیان ان کے ہاں سے چوری کر لی گئی تھی اور پارلیمانی ترکیبوں سے زمینداروں نے زمینداروں کی خدمت میں پیش کر دی تھی، ایک چھدام بھی ملی؟

زراعت پیشہ آبادی کی نہایت بڑے پیمانے پر بے دخلی کا آخری عمل، انجام کار، جاگیروں کی نام نہاد صفائی ہے، یعنی لوگوں کو وہاں سے سمیٹ کر نکال باہر کرنا۔ اب تلک جن انگلستانی طریقوں کو زیر بحث لایا گیا ہے ان کا اختتام "صفائی" پر ہوا ہے۔ پچھلے باب میں جدید حالات کی جو تصویر پیش کی گئی ہے، جہاں خود مختار کسان باقی نہیں رہے کہ جن سے چھٹکارا حاصل کیا جائے، اس میں جیسیا کہ ہم نے دیکھا تھا، جھونپڑیوں کی "صفائی" شروع ہو جاتی ہے؛ چنانچہ زرعت پیشہ مزدوروں کو اس زمین پر جہاں انہوں نے کاشت کی ہوئی ہوتی ہے، اتنی جگہ بھی نہیں ملتی جس کی انہیں خود اپنے رہنے کو مکان بنانے کے لئے ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن "جاگیروں کی صفائی" سے حقیقی اور صحیح مراد کیا ہے، یہ ہمیں جدید رومان کی ارض موجودہ، اسکاٹ لینڈ کے ہائی لینڈز ہی سے معلوم ہوتا ہے۔ وہاں اس عمل کا طرہ امتیاز اس کی باقاعدگی، ایک ہی ضرب میں جس پیمانے پر اس کی تعمیل ہو جاتی ہے اس کی وسعت (آئرلینڈ

میں زمیندار ایک ہی وار میں کئی کئی گاؤں کا صفایا کر دینے کی حد تک چلے گئے ہیں؛ اسکاٹ لینڈ میں اتنے بڑے خطے جتنے کہ جرمن ریاستیں ہیں، نمٹا دیے جاتے ہیں) آخر میں مخصوص وضع کی املاک جس کے مطابق غبن کی ہوئی زمینوں کو قبضے میں رکھا گیا تھا۔

ہائی لینڈ کے کلٹی قبیلوں میں منظّم تھے، جن میں سے ہر ایک اس زمین کا مالک ہوتا تھا جس پر وہ آباد تھا۔ قبیلے کا نمائندہ، اس کا سردار یا "مرد بزرگ" اس جائداد کا محض خطابی مالک ہوا کرتا تھا، جیسے ملکہ انگلستان قوم کی پوری سر زمین کی خطابی مالکہ ہوتی ہے۔ جب انگلستانی حکومت ان "بزرگ لوگوں" کی اندرونی لڑائیوں کو اور لولینڈ کے میدانوں میں ان کی متواتر دست درازیوں کو دبانے میں کامیاب ہوئی تو ان قبیلوں کے سرداروں نے ڈکیتوں کا اپنا قدیمی پیشہ ترک نہیں کیا؛ انہوں نے اس کی محض شکل وصورت بدل دی۔ بزعم خود انہوں نے اپنے نام چارے کے حق کو نجی املاک کے حق میں تبدیل کرلیا، اور چونکہ اس کی وجہ سے اپنے اہل قبیلہ سے ان کا ٹکراؤ ہوا اس لئے انھوں نے کھلے عام زبردستی ان کو مار بھگانے کا فیصلہ کرلیا۔ "انگلستان کا کوئی بادشاہ بھی اپنی رعایا کو سمندر کے اندر بھگا دینے کا بخوبی دعویدار ہوسکتا ہے یہ پروفیسر نیومن نے کہا ہے(26)۔ اس انقلاب کے جو اسکاٹ لینڈ میں "مدعی تخت"(1745، 1746 کی اس بغاوت کا حوالہ ہے جو اسٹوارٹ خاندان کے حامیوں نے کی تھی جن کا مطالبہ تھا کہ چارلس ایڈورڈ کو جسے "چھوٹا مدعی تخت" کہا جاتا تھا، تخت انگلستان پر بیٹھنا چاہئے۔ یہ بغاوت اسکاٹ لینڈ اور انگلستان میں زمینداروں کے ہاتھوں اپنے استحصال کے اور زمین سے نہایت وسیع پیمانے پر بے دخلی کے خلاف عوام الناس کے احتجاج کی بھی آئینہ داری کرتی تھی۔ انگلستانی فوجوں نے جب اس بغاوت کو کچل دیا تو اس کے بعد اسکاٹ لینڈ کے ہائی لینڈ میں قبائلی نظم درہم برہم ہونے لگا اور "جاگیروں کی صفائی" نے اور بھی شدید نوعیت اختیار کر لی۔) کے حامیوں کی آخری بغاوت کے بعد شروع ہوا تھا، ابتدائی مرحلوں کے بارے میں سر جیمز اسٹوارٹ(27) اور جیمز اینڈرسن(28) کی تحریروں سے معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ اٹھارویں صدی میں جب کلٹ نسل کے گالوں کو مار مار کر بھگایا جا رہا تھا تو نقل وطن کی اس امر کے پیش نظر ممانعت تھی کہ ان کو زبردستی گلاسگو اور اشیا سازی کے دوسرے شہروں میں ہنکایا جا سکے(29)۔ انیسویں صدی میں جو طریقے رائج تھے(30) ان کی ایک مثال کی حیثیت سے اس "صفائی" کا تذکرہ یہاں کافی ہوگا جو سدر لینڈ کی ڈچیز نے کی تھی۔ موصوفہ جو معاشیات سے بخوبی آگاہ تھیں، بنیادی علاج کرنے کے لئے اپنی حکومت سے کاروائی شروع کرنے اور پورے ملک کو، جس کی آبادی ایسی ہی سابقہ کاروائیوں کی بدولت گھٹ کر 15000 رہ گئی تھی، بھیڑوں کی چراگاہ بنا ڈالنے کا فیصلہ کیا۔ 1814 سے لے کر 1820 تک ان 15000 باشندوں تقریباً 3000 کنبوں کو باقاعدگی کے ساتھ مار مار کر بھگایا گیا اور جڑ بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیا گیا۔ انکے تمام گاؤں مسمار اور جلا کر خاک کر دئے

گئے، ان کے سارے کھیتوں کو چراگاہوں میں تبدیل کر دیا گیا۔ برطانوی فوجیوں نے اس بے دخلی کی تعمیل کرائی اور وہاں کے باشندوں سے مار پیٹ کی۔ ایک بوڑھی عورت جس نے جھونپڑی میں سے باہر نکلنے سے انکار کر دیا تھا، شعلوں میں جلا کر ہلاک کر دی گئی۔ اس طرح ان خاتون محترم نے 794000 ایکڑ اس زمین کو ہتھیا لیا جو مدت سے اس قبیلے کی ملکیت تھی۔ نکالے ہوئے باشندوں کو انہوں نے سمندر کے کنارے تقریباً 6000 ایکڑ زمین دے دی 2 ایکڑ فی کنبہ یہ 6000 ایکڑ اس وقت تلک بنجر پڑے تھے اور مالکان کو کوئی آمدنی نہیں دے رہے تھے۔ ڈچیز نے، ازراہ نیک دلی، یہاں تک کیا کہ کنبوں کے سربراہوں کو، جنہوں نے ان کے خاندان کے لئے صدیوں تک اپنا خون بہایا تھا، اوسطاً 2 شلنگ 6 پینس فی ایکڑ کے لگان پر دیا۔ چرا کر حاصل کی ہوئی قبیلوں کی ساری زمین کو انھوں نے بھیڑوں کے 29 بڑے بڑے فاموں میں تقسیم کر دیا، جن میں سے ہر ایک میں ایک کنبے کو بسایا جو بیشتر انگلستان سے درآمد کئے ہوئے فارموں کے ملازمین تھے۔ 1825 میں 15000 گالوں کی جگہ 131000 بھیڑیں لے چکی تھیں۔ باقی ماندہ اصلی باشندوں نے جن کو ساحل سمندر پر پھینک دیا گیا تھا ماہی گیری سے گزر اوقات کرنے کی کوشش کی۔ وہ بیک وقت بری اور بحری بن گئے اور ایک انگلستانی مصنف کے قول کے مطابق آدھے زمین پر اور آدھے پانی میں رہنے تھے اور اس کے علاوہ آدھے دونوں پر (31)

لیکن جرات آزما گالوں کو اپنی پرجوش عقیدت، تخیل پرستی کا اور کوہستانوں کا کفارہ قبیلے کے "بزرگ لوگوں" کو ابھی اور تلخی کے ساتھ ادا کرنا تھا۔ ان کی مچھلیوں کی باس بڑے لوگوں کی ناکوں تک پہنچ گئی۔ اس میں ان کو منافع کی خوشبو آئی اور ساحل سمندر کو انھوں نے لندن کے بڑے بڑے ماہی فروشوں کو پٹے پر دے دیا۔ دوسری بار گالوں کو نکال باہر کیا گیا (32)

لیکن انجام کار بھیڑوں کی چراگاہیں ہرنوں کی محفوظ شکارگاہوں میں تبدیل کر دی جاتی ہیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ انگلستان میں اصل جنگلات نہیں ہیں۔ امرا کے سبزہ زاروں میں ہرن گمبھیر گھریلو مویشی ہوتے ہیں لندن کے مددگار میر بلدہ کی طرح موٹے۔ چنانچہ اسکاٹ لینڈ "امیروں کے چونچلوں" کی آخری پناہ گاہ ہے۔ سومرس 1848 میں کہتے ہیں: "ہائی لینڈز میں نئے جنگلات کھمبیوں کی طرح نودار ہو رہے ہیں یہی گیک کے ایک پہلو میں گلینفیشی کے نئے جنگلات ہیں اور وہاں دوسرے پہلو میں آرڈویریکی کے نئے جنگلات۔ اسی انداز میں بلیک ماؤنٹ ہے، ایک زبردست بنجر علاقہ جو حال ہی میں نمودار ہوا ہے۔ مشرق سے مغرب تک۔ ابرڈین کے گردونواح سے لے کراوبان کی گھاٹیوں تک اب جنگلات کی ایک مسلسل قطار ہے، جبکہ ہائی لینڈز کے دوسرے حصوں میں لوچ آرکائیک گلین گیری، گلین مورسٹن وغیرہ کے نئے جنگلات ہیں ان تنگ گھاٹیوں میں بھیڑیں لائی گئیں جہاں پہلے چھوٹے کاشتکاروں کی بستیاں تھیں؛ اور موخرالذکر کو زمین کے زیادہ خراب اور زیادہ

بنجر قطعات پر روزی حاصل کرنے کو مار بھگایا گیا تھا۔اب بھیڑوں کی جگہ ہرن لے رہے ہیں؛اوراب ایک بار پھر یہ چھوٹے لگان داروں کومحروم کئے دے رہے ہیں جو لازمی طور پر اور بھی زیادہ خراب زمین پر اور زیادہ عرق ریز مشقت کے لئے ہنکا دیے جائیں گے۔ ہرنوں کے بن (33) اور لوگ،ان کی بقائے باہم نہیں ہوسکتی۔دونوں میں سے ایک نہ ایک کو ہٹنا پڑیگا۔اگلی چوتھائی صدی میں جنگلات کو تعداد اور رقبے میں بڑھنے دیجئے، جیسے کہ پچھلے ربعہ میں ہوتا رہا ہے،بس بھر گال اپنی ہی سرزمین پر ناپید ہوجائیں گے۔

... ہائی لینڈز کے مالکان اراضی میں یہ تحریک بعضوں میں ہوس کے باعث پیدا ہوئی ہے...بعضوں میں شوق شکار کے باعث...جبکہ باقی،زیادہ عملی وضع کی طبیعت رکھنے والے ہرنوں کا یہ کاروبار محض منافع کے نظریے سے کرتے ہیں۔کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ پہاڑی دامن جس پر جنگل لگا دیا گیا ہو،مالک اراضی کے لیے بھیڑوں کی چراگاہ کی حیثیت سے کرائے پر اٹھا دینے کی بہ نسبت منافع بخش ہوتا ہے...شکاری جسے ہرنوں کا جنگل چاہئے ہوتا ہے اپنی پیش کش میں کسی اور چیز کا حساب نہیں رکھتا سوائے اپنی جیب کی گنجائش کے...انگلستان میں نارمن بادشاہوں کی پالیسی کے باعث آئی ہوئی مصیبتوں سے ہائی لینڈز میں جو مصیبتیں نازل ہوئی ہیں وہ شاید ہی کم شدید ہوں۔ ہرنوں کی حدوں میں توسیع ہوگئی جبکہ لوگوں کو ہنکا کر زیادہ سے زیادہ تنگ حلقے میں محدود کردیا گیا..لوگوں کی آزادیاں یکے بعد دیگرے تارتار کی جارہی ہیں...اور ظلم وتشدد دن پر دن بڑھ رہا ہے۔لوگوں کو نکالنے اور منتشر کرنے پر مالکان اراضی ایک طے شدہ اصول کی طرح،ایک زرعی ضرورت کی طرح عمل کررہے ہیں،اسی طرح جیسے کہ امریکہ یا آسٹریلیا کے بیابانوں سے درختوں اور جھاڑیوں کو صاف کیا جاتا ہے؛اور یہ عمل خاموش،کاروباری طریقے سے جاری رہتا ہے وغیرہ۔،،(34)

گرجاؤں کی املاک پر زبردستی قبضہ،ریاست کے علاقوں کو دھوکے بازی سے ہتھیانا،شاملات کی زمینوں کی ڈکیتی، جاگیر اور قبیلوں کی املاک ہڑپ کرجانا،اور بے دھڑک دہشت پسندی کے حالات میں اس کو جدید نجی ملکیت میں تبدیل کرلینا،یہ سب زمانہ قدیم کی جمع کے محض چند مثالی طریقے ہیں۔انھوں نے سرمایہ دارانہ زراعت کا میدان مارا،زمین کو سرمائے کا حصہ بنایا اور شہری صنعتوں کے لئے "آزاد" اور غریب الوطن پرولتاریہ کی ضروری فراہمی کا اہتمام کیا۔

---

## پندرہویں صدی کے اواخر سے بے دخل کئے جانے والوں کے خلاف خونی قانون۔

## پارلیمنٹ کے قانون سے اجرتوں کا بالجبر کم کیا جانا

جاگیرداروں کے خادموں کے دستوں کے توڑ دیے جانے اور زمین سے لوگوں کے زبردستی بے دخل کر دیے جانے سے جو پرولتاریہ بنا، اس "آزاد" پرولتاریہ کا اس قدر تیز رفتاری سے نوزائدہ صنعت میں کسی طرح جزب ہو جانے کا امکان ہی نہیں ہو سکتا تھا کہ جس تیزی سے اس کو دنیا میں پھینکا جا رہا تھا۔ دوسری طرف یہ لوگ جنہیں اس طرز زندگی سے جس کے وہ عادی تھے اچانک گھسیٹ لایا گیا تھا، اپنی نئی حالت کے نظم میں اسی طرح اچانک اپنے آپ کو موزوں نہیں کر سکتے تھے۔ وہ ایک کثیر تعداد میں بھکاری، ڈاکو، آوارہ گرد بن گئے، کچھ تو طبیعت کے رجحان کے باعث، بیشتر حالات کے دباؤ کے زیر اثر۔ چنانچہ پندرہویں صدی کے آخر اور پوری سولہویں صدی کے دوران میں پورے مغربی یورپ میں آوارہ گردی کے خلاف خونی قوانین بنے۔ موجودہ مزدور طبقے کے اجداد کو آوارہ اور قلاش بن جانے پر مجبور ہو جانے کا خمیازہ بھگتنا پڑا تھا۔ قانون سازی نے ان سے "رضا کار" مجرم کی حیثیت سے برتاؤ کیا اور یہ فرض کر لیا کہ پرانے حالات کے تحت جو کہ موجود نہیں تھے، کام کرتے رہنے کا انحصار خود ان کی اپنی مرضی پر تھا۔

انگلستان میں اس قانون کا آغاز ہینری ہفتم کے تحت ہوا۔

ہینری ہشتم۔ 1530: بوڑھے اور کام نہ کر سکنے والے بھک منگوں کو بھیک مانگنے کا اجازت نامہ ملتا ہے۔ دوسری طرف تندرست آوارہ گردوں کی بیدزنی اور سزائے قید۔ ان کو گاڑی کے پیچھے باندھ کر کوڑے لگائے جاتے ہیں یہاں تک کہ ان کا جسم لہولہان ہو جاتا ہے۔ پھر ان سے قسم لی جاتی ہے کہ وہ اس گاؤں جائیں گے جہاں پیدا ہوئے تھے یا پچھلے تین برس سے جہاں رہتے تھے اور "محنت پر لگ جائیں گے"۔ کیسی اندوہناک ستم ظریفی ہے! ہینری ہشتم کے قانون مجریہ ستائیسویں سال جلوس میں سابقہ قانون دوہرایا گیا ہ مگر نئی دفعات سے اس کو تقویت دے دی گئی۔ آوارہ گردی میں دوسری گرفتاری پر بیدزنی دوہرائی جاتی ہے اور آدھا کان کاٹ دیا جاتا ہے؛ لیکن تیسری خطا پر مجرم کو عادی جرائم پیشہ اور عام بہبودی کے دشمن کی حیثیت سے پھانسی دے دی جاتی ہے۔

ایڈورڈ ششم: اس کے سال جلوس 1547 کے ایک قانون کا فرمان ہے کہ اگر کوئی کام کرنے سے انکار کرے تو وہ بطور سزا اس شخص کی غلامی میں دے دیا جائے گا جس نے اس پر کاہلی کا الزام عائد کیا ہے۔ آقا غلام کو روٹی اور پانی دے گا، پتلا شوربا اور ایسا بچا کھچا گوشت جو وہ مناسب سمجھے۔ اسے حق ہوتا ہے کہ اس کو کوئی بھی کام کرنے پر، خواہ وہ کتنا ہی نفرت انگیز کیوں نہ ہو، کوڑے اور زنجیروں کی مدد سے مجبور کرے۔ اگر غلام ایک پندرھواڑے غیر حاضر رہے، تو اس کو عمر بھر کی غلامی کی سزا دے دی جائے اور اس کی پیشانی یا پیٹھ پر حرف S داغ دیا

جائے؛ اگر وہ تین مرتبہ بھاگ جائے تو اس کو سنگین مجرم قرار دے کر پھانسی دے دی جائے۔ آقا اس کو فروخت کر سکتا ہے، ورثے میں دے سکتا ہے، غلام کی حیثیت سے اس کو کرائے پر دے سکتا ہے، بالکل اسی طرح جس طرح کہ کسی اور نجی سامان یا مویشی کو۔ اگر غلام آقاؤں کے خلاف کچھ کرنے کی کوشش کریں، تو بھی ان کو پھانسی دے دی جائے۔ اطلاع ملنے پر، مقامی منصفوں کا فرض ہے کہ وہ بدمعاشوں کو ڈھونڈ نکالیں۔ اگر ایسا ہو، تو اس کو پکڑ کر وہاں لے جایا جائے جہاں وہ پیدا ہوا ہو، لوہا سرخ کر کے اس کے سینے پر حرف v داغ دیا جائے اور زنجیریں باندھ کر اس سے سڑکوں پر یا مشقت کی کسی اور جگہ کام کرایا جائے۔ اگر کوئی آوارہ گرد اپنی جائے پیدائش غلط بتا دے تو اس کو پھر عمر بھر کے لئے اس جگہ کا، اس کے باشندوں کا یا اس کی کارپوریشن کا غلام بنا دیا جائے اور اس کے باشندوں کا یا اس کی کارپوریشن کا غلام بنا دیا جائے اور اس کو حرف s سے داغ دیا جائے۔ تمام لوگوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ آوارہ گردوں کے بچوں کو لے جائیں اور شاگردوں کی طرح رکھیں، نوجوان لڑکوں کو چوبیسویں سال تک اور لڑکیوں کو بیسویں تک۔ اگر وہ بھاگ جائیں تو ان کو اس عمر تک اپنے آقاؤں کا غلام بن کر رہنا ہوگا جو اگر چاہیں تو ان کو زنجیروں میں باندھ کر رکھ سکتے ہیں، کوڑے مار سکتے ہیں وغیرہ۔ ہر آقا اگر چاہے تو اپنے غلام کو زیادہ آسانی سے پہچاننے اور اس کے متعلق زیادہ یقین کے ساتھ کچھ کہنے کی غرض سے اس کی گردن، بازو یا پیر میں لوہے کا کڑا پہنا سکتا ہے(35) اس قانون کے آخری حصے میں اس بات کی گنجائش رکھی گئی ہے کہ کوئی مقام یا اشخاص کھانے، پینے کو اور کام دینے کو رضامند ہوں تو وہ غریب لوگوں کو ملازمت دے سکتے ہیں اس قسم کے بلدیاتی غلام انگلستان میں انیسویں صدی مین عرصہ دراز تک "راؤنڈز مین" کے نام سے رکھے جاتے رہے۔

ایلیز بیتھ، 14:1572 برس کی عمر سے زیادہ کے بغیر لائسنس والے بھکاریوں کو کوڑے لگانے کی سخت سزا دی جائے اور اگر کوئی ان کو دو برس تک ملازمت پر نہ رکھ لے تو ان کے بائیں کان کو داغ دیا جائے؛ اگر جرم دوبارہ سرزد ہو اور وہ 18 برس کی عمر سے زیادہ کے ہو گئے ہوں اور کوئی ان کو دو برس تک ملازمت پر نہ رکھ لے تو انہیں پھانسی دے دی جائے؛ مگر تیسری خطا پر ان کو سنگین مجرم کی حیثیت سے بلا ترس کھائے پھانسی دے دی جائے۔ ایسے ہی قوانین: ایلیز بیتھ کا قانون مجریہ اٹھاروں سال جلوس، باب 13 اور دیگر 1597 کا۔(36)

جیمز اول: جو کوئی بھی مارا مارا پھرے اور بھیک مانگے اس کو بدمعاش اور آوارہ گرد قرار دیا جاتا ہے۔ مقامی منصف جو مختصر اجلاس میں ہوں انہیں اختیار دیا جاتا ہے کہ ان کو بر سر عام کوڑے لگوائیں اور پہلے جرم پر 6 ماہ قید کی سزا دیں، دوسرے کے لئے 2 سال کی۔ جب وہ قید خانے میں ہوں ان کو اتنے اور اتنی بار کوڑے لگائے جائیں جتنے اور جتنی بار مقامی منصف مناسب سمجھیں... ناقابل اصلاح اور خطرناک بدمعاشوں کے بائیں شانے پر حرف R داغ دیا جائے اور ان کو سخت مشقت دے دی جائے، اور اگر ان کو بھیک مانگتے ہوئے پھر پکڑا جائے تو بغیر ترس

کھائے پھانسی دے دی جائے۔ یہ قوانین جو اٹھارویں صدی کے شروع تک نافذ رہے، ملکہ این کے قانون مجریہ بارہویں سال جلوس، باب 23 کی رو سے ہی کہیں منسوخ قرار دیے گئے۔

ایسے ہی قوانین فرانس میں سترہویں صدی کے وسط تک نافذ رہے جہاں پیرس میں آوارہ گردوں (کام چھوڑ کر بھاگے ہوؤں) کی ایک سلطنت قائم ہو گئی تھی۔ لوئی شانزدہم کے عہد حکومت کے شروع میں بھی (13 جولائی 1777 کا حکم) 16 سے 60 برس تک کی عمر کے ہر تندرست آدمی کو اگر بغیر ذریعہ معاش کے پایا جائے اور وہ کوئی کاروبار نہ کرتا ہو تو اس کو غلام بنا کر بادبانی جہازوں پر کام کرنے بھیج دیا جاتا۔ اسی نوعیت کے قوانین چارلس پنجم کے ندر لینڈز کے لئے (اکتوبر 1537)، ہالینڈ کی ریاستوں اور شہروں کا پہلا قانون (19 مارچ 1614) صوبجات متحدہ کا "پلہ کات" (25 جون 1649)

اس طرح زراعت پیشہ لوگوں کو پہلے زمین سے زبردستی بے دخل کیا گیا، اپنے گھروں سے نکال دیا گیا، آوارہ گرد بنا دیا گیا اور پھر بے تکے دہشتناک قوانین کے بموجب کوڑے مار مار کر، داغ داغ کر، ایذائیں پہنچا کر ان کو اس نظم وضبط میں لایا گیا جو اجرتی نظام کے لئے ضروری تھا۔

یہ کافی نہیں ہے کہ محنت کے حالات ایک ڈھیر میں، سرمائے کی شکل میں، سماج کے ایک سرے پر جمع کر دئے گئے ہیں، جبکہ دوسرے سرے پر ان لوگوں کا جم غفیر ہے جن کے پاس فروخت کرنے کے لئے اپنی قوت محنت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ نہ ہی یہ بات کافی ہے کہ اس کو وہ رضا کارانہ طور پر فروخت کرنے کو مجبور رہیں۔ سرمایہ دارانہ پیداوار کی پیش قدمی ایک ایسے مزدور طبقے کو نشو ونما دیتی ہے جو تعلیم، روایات، عادات کی رو سے اس طرز پیداوار کو ایسے قوانین قدرت تصور کرتا ہے جو بطور خود واضح ہیں۔ پیداوار کے سرمایہ دارانہ عمل کی تنظیم، ایک دفعہ پوری طرح نشو نما حاصل کر لے تو ساری مدافعت کو ختم کر دیتی ہے۔ نسبتاً فاضل آبادی کی متواتر تخلیق مزدور کی رسد اور طلب کے قانون کی تعمیل کرتی ہے اور اس لئے اجرتوں کو ایک ایسی پابند ڈگر پر رکھتی ہے کہ جو سرمائے کی ضرورتوں سے مطابقت رکھتی ہے۔ معاشی تعلقات کا غیر محسوس دباؤ مزدور کے سرمایہ دار کی تابعداری میں چلے جانے کے عمل کی تکمیل کر دیتا ہے۔ معاشی حالات کے علاوہ، براہ راست دباؤ بھی بلا شبہ استعمال ہوتا ہے، مگر محض غیر معمولی طور پر۔ معمولی صورت حالات میں مزدور کو "پیداوار کے قدرتی قوانین" پر چھوڑا جا سکتا ہے یعنی سرمائے پہ اس کے منحصر ہونے پر، وہ انحصار جو خود پیداوار کے حالات سے پیدا ہوتا اور وہی، ازل تک اس کی ضمانت کرتے ہیں۔ ورنہ یہ سرمایہ دارانہ پیداوار کے تواریخی ابتدا کے دوران ہوتا ہے۔ بورژوازی اپنے عروج میں اجرتوں کو " با قاعدہ رکھنے" کے لئے ریاستی اقتدار چاہتی اور اس کو استعمال کرتی ہے، یعنی ان کو ان حدود میں زبردستی لانے کے لئے جو قدر زائد بنانے کیلئے، کام کا دن طویل کرنے کے لئے اور خود مزدور کو انحصار کے حسب معمولی درجے میں

رکھنے کے لئے مناسب اور موزوں ہوں۔ زمانہ قدیم کی جو جمع کہلاتی ہے اس کا یہ لازمی جزو ہے

اجرتی مزدوروں کا طبقہ، جو چودھویں صدی کے دوسرے نصف میں پیدا ہوا، ان دنوں اور اگلی صدی میں آبادی کا بہت ہی مختصر حصہ تھا، دیہات میں خود مختار کسان کے نظام ملکیت نے اس کو بخوبی اپنی حفاظت میں لیا ہوا تھا اور شہر میں ہم پیشہ لوگوں کی تنظیم نے۔ دیہات اور قصبات میں مالک اور مزدور سماجی اعتبار سے ایک دوسرے کے قریب تھے۔ محنت کا سرمائے کے ماتحت ہونا محض رسمی تھا۔ یعنی خود طرز پیداوار کا ابھی تلک کوئی مخصوص سرمایہ دارانہ کردار نہیں تھا۔ غیر مستقل سرمایہ مستقل سے مقدار میں بہت زیادہ تھا۔ اجرتی مزدور کی مانگ، اس لیے، سرمائے کی ہر جمع کے ساتھ تیزی کے ساتھ بڑھی، جبکہ اجرتی مزدور کی فراہمی اس کے پیچھے چلی مگر سست رفتار سے۔ قومی پیداوار کا ایک بڑا حصہ جو بعد میں سرمایہ دارانہ جمع کے ذخیرے میں بدل گیا، ابھی تک مزدور کی کھپت کے ذخیرے میں شمار تھا۔

اجر محنت پر قانون (شروع ہی سے جس کا مقصد مزدور کا استحصال کرنا تھا اور جیسے جیسے اس کا قدم بڑھا، ہمیشہ اس کا اتنا ہی مخالف رہا) (37)، ایڈورڈ سوئم، 1349 کے زمانے میں مزدوروں کے قانون سے انگلستان میں شروع ہوتا ہے۔ فرانس میں 1350 کا حکم نامہ، جو شاہ جان کے نام سے جاری ہوا تھا، اس سے مطابقت رکھتا ہے۔ انگلستانی اور فرانسیسی قانون متوازی اور مقصد میں ایک جیسے ہیں۔ جہاں تک مزدور قوانین کا مقصد کام کے دن کو جبراً بڑھانے کا ہے، ان پر میں دوبارہ بحث نہیں کر رہا، کیونکہ اس نکتے پر اس سے قبل بحث کی جا چکی ہے (باب دہم، پانچواں حصہ)۔

مزدوروں کا قانون دارالعوام کے فوری مطالبے پر منظور کیا گیا تھا۔ ایک ٹوری کا سادہ لوحی کے ساتھ کہنا: " پہلے غرباء نے اتنی زیادہ اجرتیں مانگیں کہ صنعت اور دولت کو خطرہ پیدا ہو گیا۔ پھر ان کی اجرتیں اتنی کم ہیں کہ صنعت اور دولت کو اتنا ہی، اور شاید اس سے زیادہ خطرہ ہو گیا مگر دوسرے طریقے سے۔"(38) قصبات اور دیہات کے لیے، امانی کے کام اور دن کے کام کے لیے اجرتوں کی ایک شرح از روئے قانون مقرر کر دی گئی۔ زراعتی مزدوروں کو سال بھر کے حساب سے اپنے آپ کو مزدوری کے لیے پیش کرنا تھا، قصباتیوں کو " کھلی منڈی میں"۔ از روئے قانون مقررہ اجرتوں سے زیادہ دینے کی ممانعت تھی، خلاف ورزی کی صورت میں سزائے قید مقرر تھی۔ مگر زیادہ اجرت لینے کی سزا، دینے کی بہ نسبت زیادہ سخت دی جایا کرتی تھی۔ (اسی طرح سے ایلیز بیتھ کے، شاگردوں کے قانون کی دفعات 18 اور 19 میں زیادہ اجرتیں دینے والے کو دس دن کی قید کی سزا مقرر ہے جبکہ جو زیادہ وصول کرے اس کے لیے 21 دن کی)۔ 1360 کے ایک قانون نے سزاؤں میں اضافہ کر دیا اور مالکوں کو اجازت دے دی کہ وہ جسمانی سزا دے کر اجرتوں کی قانونی شرح سے کام کرا سکیں۔ تمام جتھے بندیوں، ٹھیکوں،

حلف ناموں وغیرہ کو جن کے بموجب راج مزدور اور بڑھئی ایک دوسرے کے پابند تھے کالعدم قرار دے دیا گیا۔ مزدوروں کی جتھے بندیوں کو چودہویں صدی سے 1825 تک کہ جس سال ٹریڈ یونینوں کے خلاف قوانین مسترد کیے گئے، سنگین جرم تصور کیا جاتا رہا۔ 1349 کے مزدوروں کے قانون اور اس کی شاخوں کا جذبہ اس حقیقت سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ ریاست نے زیادہ سے زیادہ اجرتیں تو اپنے حکم سے مقرر کر دیں مگر کم سے کم کسی حساب نہیں۔

سولہویں صدی میں مزدوروں کی حالت، جیسا کہ ہم جانتے ہیں، کہیں زیادہ خراب ہو گئی تھی۔ نقد اجرت میں تو اضافہ ہوا، مگر مالیت زر میں کمی اور اشیائے تجارت کی قیمتوں میں اسی کے مطابق اضافے کے تناسب سے نہیں۔ اجرتیں، اس لیے، درحقیقت کم ہو گئیں۔ اس کے باوجود انہیں کم رکھنے کے قوانین "جنہیں کوئی کسی خدمت پر مامور کرنے کو راضی نہ ہو" ان کے کان کترن اور داغنے کے قوانین کے ساتھ ساتھ نافذ رہے۔ شاگردوں کے متعلق ایلیز بیتھ کے قانون مجریہ پانچویں سال جلوس کے باب 3 کے مطابق مقامی منصب کو اختیار حاصل تھا کہ وہ بعض اجرتیں مقرر کریں اور سال کے زمانے اور جنس کی قیمتوں کے مطابق ان میں ترمیم کرتے رہیں۔ جیمز اول نے محنت کے ان قوانین کو وسعت دے کر کپڑا بننے، سوت کاتنے والوں اور مزدوروں کے تمام ممکن زمروں تک پر عائد کر دیا(39)۔

جارج دوئم نے مزدوروں کی جتھے بندیوں کے خلاف قوانین کو اشیا سازی کے تمام مرکزوں تک توسیع دے دی۔ اشیا سازی کے عروج کے دور میں، سرمایہ دارانہ طرز پیداوار، اتنی کافی مضبوط ہو چکی تھی کہ اس نے اجرتوں کو قانون کے ذریعہ نظم ضبط میں لانا اسی قدر ناقابل عمل کر دیا تھا جس قدر کہ غیر ضروری؛ لیکن حکمراں طبقے راضی نہیں تھے کہ بوقت ضرورت ان کے پاس پرانے اسلحہ خانے کے ہتھیار نہ ہوں۔ پھر بھی جارج دوئم کے قانون، مجریہ آٹھویں سال جلوس، نے لندن اور نواح میں کاریگر درزیوں کی اجرت 2 شلنگ 75 پینس یومیہ سے زیادہ کی ممانعت کر دی تھی، ماسوا عام سوگ کی صورتوں میں؛ تاہم جارج سوئم کے قانون مجریہ تیرہویں سال جلوس کے باب 68 نے ریشمی کپڑا بننے والوں کی اجرتوں پر نظم وضبط قائم کرنے کی ذمہ داری مقامی منصف کے سپرد کر دی؛ اس پر بھی 1796 میں یہ فیصلہ کرنے کے لئے اونچی عدالتوں کے دو فیصلوں کی یہ طے کرنے کے لئے ضرورت سمجھی گئی کہ اجرتوں کے متعلق مقامی منصف کے فیصلے غیر زراعت پیشہ مزدوروں کے لئے بھی واجب ہیں یا نہیں؛ پھر 1799 میں پارلیمنٹ کے ایک قانون نے حکم دیا کہ اسکاٹ لینڈ کے کانکنوں کی اجرتیں ایلیز بیتھ کے قانون اور اسکاٹ لینڈ کے 1661 اور 1671 کے دو قانونوں کے بموجب نظم وضبط میں لائی جائیں۔ اسی دوران صورت حالات کس قدر مکمل طور سے بدل گئی تھی، ایک واقعہ سے ثابت ہوتا ہے جو انگلستان کے ایوان زیریں میں

پہلے کبھی سننے میں نہیں آیا تھا۔ اسی جگہ کہ جہاں 400 برس سے زیادہ تلک قوانین زیادہ سے زیادہ کے لئے، کہ جس سے اجرتیں قطعی تجاوز نہیں کر سکتی تھیں، بنائے جاتے رہے تھے، وہٹ بریڈ نے 1796 میں زراعت پیشہ مزدوروں کے لئے ایک قانونی، کم از کم اجرت تجویز کی۔ پٹ نے اس کی مخالفت میں، مگر تسلیم کیا کہ "غریب کی حالت قابل رحم تھی"۔ انجام کار 1813 مین اجرتوں کو نظم وضبط میں رکھنے کے قوانین منسوخ کر دئے گئے۔ وہ ایک بے معنی چیز بن کر رہ گئے تھے کیونکہ اپنی فیکٹری کا نظم وضبط سرمایہ دار اپنے نجی قواعد وضوابط سے قائم کیا کرتا تھا اور کم شرحیں رکھ کر زراعت پیشہ مزدور کی اجرت ناگزیر کم از کم حد پر رکھ سکتا تھا۔ مالک اور مزدور کے درمیان معاہدوں کے بارے میں مزدور قوانین کا جہاں تک تعلق ہے، نوٹس دینے اور ایسی ہی دوسری چیزوں کا تعلق ہے، جن کے بموجب معاہدے کی خلاف ورزی کرنے والے مالک کے خلاف صرف دیوانی دعوی کرنے کا اختیار ہے لیکن اس کے برعکس معاہدے کی خلاف ورزی کرنے والے مزدور کے خلاف فوج داری میں مقدمہ دائر کرنے کی اجازت ہے، تادم تحریر پوری طرح نافذ ہیں۔ ٹریڈ یونینوں کے خلاف وحشیانہ قوانین پرولتاریہ کے دھمکی آمیز رویے کے مقابلے میں 1825 میں ٹوٹے۔ اس کے باوجود وہ محض جزوی طور پر ٹوٹے۔ پرانے قانون کے بعض حسین حصے 1859 میں ہی کہیں ختم ہوئے۔ آخرکار 29 جون 1871 کے پارلیمنٹ کے قانون نے ٹریڈ یونینوں کو آئینی طور پر تسلیم کر کے اس زمرے کے قوانین کی آخری علامتیں بھی ختم کرنے کا حیلہ کیا۔ لیکن اسی تاریخ کے پارلیمنٹ کے ایک قانون (تشدد، دھمکیوں اور چھیڑ خانی کرنے سے متعلق فوج داری کے قانون میں ترمیم کے ایک قانون) نے دراصل نئی شکل میں سابقہ صورت حال پھر سے قائم کر دی۔ اس پارلیمانی شعبدے بازی کے ذریعہ ان ذرائع کو جنہیں مزدور ہڑتال یا تالہ بندی کی صورت میں کام میں لے سکتے تھے، ان قوانین میں سے نکال لیا گیا اور ان کو غیر معمولی تعزیراتی قانون کے تحت کر دیا، جس کی تعبیر کرنے کے فرائض خود مالکوں کے ہاتھ میں، مقامی منصف ہونے کے باوصف، آ گئے۔ دو سال پہلے اسی دارالعوام میں اور یہی مسٹر گلیڈسٹون، مشہور ومعروف بے لاگ انداز میں مزدور طبقے کے خلاف تمام غیر معمولی تعزیراتی قوانین کو مسترد کرنے کے لئے ایک مسودہ قانون لے کر آئے تھے۔ مگر اس کو دوسری خواندگی سے آگے کبھی بڑھنے ہی نہیں دیا گیا اور اس طرح سے معاملے کو یہاں تک گھسیٹا گیا کہ آخرکار "عظیم اعتدال پسند پارٹی" کو ٹوریوں کے ساتھ اتحاد عمل کر کے اسی پرولتاریہ کی مخالفت کرنے کی جرات ہو گئی کہ جس نے اس کو اقتدار تک پہنچایا تھا۔ اس دغابازی سے بھی چین نہ آیا تو "عظیم اعتدال پسند پارٹی" نے انگلستانی ججوں کو، جو حکمران طبقوں کی خدمت کے لئے ہمیشہ مروت کا اظہار کرتے ہیں، "سازش" کے خلاف (سازش" کے خلاف قانون انگلستان میں قرون وسطی تک میں موجود تھا۔ اس کے مطابق " کوئی سازشی کاروائی، اس وقت بھی جبکہ اس کے قانونی اسباب موجود ہوں" ممنوع تھی۔ اس قانون کی بنیاد پر مزدوروں کی

تنظیموں اور منتظمین کے خلاف ان کی جدوجہد کو اتحادوں کے قوانین کی منظوری سے پہلے (اگلا ذیلی حاشیہ ملاحظہ فرمائیں) اور ان کے منسوخ ہونے کے بعد، دونوں ہی صورتوں میں کچل دیا گیا تھا)۔ پہلے کے قوانین پھر کھود کر نکال لینے اور مزدوروں کے اتحادوں پر عائد کر لینے دیئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اپنی مرضی کے خلاف اور عوام الناس کے دباؤ کے تحت ہی انگلستانی پارلیمنٹ نے ہڑتالوں اور عوام الناس کے دباؤ کے تحت ہی انگلستانی پارلیمنٹ نے ہڑتالوں اور ٹریڈ یونینوں کے خلاف (اتحادوں کے خلاف قوانین کی جانب اشارہ ہے جو انگلستانی پارلیمنٹ میں 1799 اور 1800 میں منظور کیئے گئے تھے اور جنہوں نے مزدوروں کی تنظیمیں قائم کرنے کی اور ان کی سرگرمی کی ممانعت کر دی تھی۔ ان قوانین کو 1824 میں پارلیمنٹ نے منسوخ کر دیا تھا، اگلے سال ان کے منسوخ ہونے کی توثیق کر دی گئی۔ پھر بھی ارباب اختیار نے مزدوروں کی یونینوں کی سرگرمی کو محدود کرنے کی اپنی سی بہترین کوشش کی۔ مثلاً مزدوروں کی یونین میں شامل ہونے یا ہڑتال میں حصہ لینے کے لئے ہلچل کرنے کو "جبر" اور "تشدد" تصور کیا جاتا اور فوجداری کے جرم کی حیثیت سے اس کی سزا دی جایا کرتی تھی۔)

انقلاب کے پہلے ہی طوفانوں کے دوران، فرانسیسی بورژوازی کو یہ جرات ہوئی کی اس نے مزدوروں سے وہ حق مجلس چھین لیا جو انہوں نے ابھی حال ہی میں حاصل کیا تھا۔ 14 جون 1791 کے ایک قانون کے بموجب مزدوروں کی تمام انجمنوں کو انہوں نے "آزادی اور حقوق انسانی کے اعلان نامے کی مخالفت کی کوشش" قرار دے دیا جس کی سزا 5000 لیورے جرمانہ اور اس کے ساتھ ایک سال کے لئے سرگرم شہری کے حقوق سے محرومیت تھی (40)۔ یہ قانون جس نے، ریاست کے زور سے، سرمائے اور محنت کے درمیان جدوجہد کو سرمائے کے لئے مناسب اور موزوں حدوں میں پابند کر دیا ہے، انقلابوں اور حکمراں خاندانوں میں تبدیلیوں کے باوجود برقرار رہا۔ عہد دہشت نے بھی اس کو ہاتھ نہیں لگایا۔ ابھی حال ہی میں اس کو قوانین تعزیرات میں سے خارج کیا گیا ہے۔ اس بورژوا تغیر نا گہانی کے بہانے سے زیادہ کرداری خاصیت واضح کرنے والی اور کوئی چیز نہ ہوگی۔ اس قانون سے متعلق منتخبہ کمیٹی کے خبر نویس شپیلیے کہتے ہیں: "مانا کہ اجرتوں کو جتنی کہ ہیں اس سے ذرا زیادہ ہونا چاہیے.... جسے ملتی ہیں اس کے لئے انہیں اتنا کافی ہونا چاہیئے کہ وہ ضروریات زندگی کی قلت کے باعث قطعی انحصار کی کیفیت سے آزاد رہے، اور جو کہ قریب قریب غلامی کی کیفیت جیسی ہوتی ہے" پھر بھی مزدوروں کو ہرگز اجازت نہ ہونی چاہیئے کہ وہ خود اپنے مفادات کے متعلق کسی مفاہمت پر پہنچ جائیں، نہ مشترک طریقے سے کوئی عمل کریں" اور اس طرح اپنے "قطعی انحصار" کو کم کر دیں" کیونکہ، سچ پوچھیئے تو، اس حرکت سے وہ "اپنے سابقہ آقاؤں، موجودہ منتظموں کی آزادی" کو مجروح کریں گے اور کیونکہ کارپوریشنوں کے سابقہ مالکوں کی من مانیوں کے خلاف اتحاد -- اندازہ لگایئے کیا ہے! -- ان کارپوریشنوں کے بحال کرنے کے مترادف ہے جنہیں فرانسیسی آئین نے ختم کر

دیا ہے۔(41)

## سرمایہ دار کاشتکار کی ابتدا

اب جبکہ ہم قانون سے خارج پرولتاریوں کے ایک طبقے کی تخلیق پر، خونی نظم وضبط پر جس نے انہیں اجرتی مزدوروں میں تبدیل کر دیا، ریاست کی حرکت نازیبا پر کہ جس نے محنت کے استحصال کے درجے میں اضافہ کر کے سرمائے کی جمع کی رفتار بڑھانے میں پولیس سے کام لیا، غور کر چکے ہیں تو سوال رہ جاتا ہے: اصل میں سرمایہ دار آئے کہاں سے؟ کیونکہ زراعت پیشہ آبادی کی بے دخلی سے، براہ راست، بڑے بڑے مالکان اراضی کے علاوہ اور کوئی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن جہاں تک کاشتکار کی ابتدا کا تعلق ہے، ہم اس کو، گویا کہ، گرفت میں لا سکتے ہیں کیونکہ یہ ایک سست رفتار عمل ہے، جس کا ارتقائی صدیوں میں ہوتا ہے۔ زرخرید کسانوں نیز آزاد، چھوٹے چھوٹے مالکان اراضی کے پاس زمینیں نہایت مختلف شرطوں اور میعادوں کے لئے تھیں اور اس لئے وہ نہایت مختلف معاشی حالات کے تحت آزاد ہوئے۔ انگلستان میں کاشتکار کی پہلی اشکال کارندے کی ہے جو خود زرخرید کسان ہوتا ہے۔ اس کی حیثیت قدیم روما کے وی لی کس کی ہوتی ہے، مگر نہائت ہی محدود دائرۂ عمل میں۔ چودہویں صدی کے دوسرے نصف میں اس کی جگہ ایک ایسا کاشتکار لے لیتا ہے جس کو زمیندار بیج، مویشی اور آلات زراعت مہیا کرتا ہے۔ اس کی حالت کسان کی حالت سے چنداں مختلف نہیں ہوتی۔ محض یہ ہوتا ہے یہ وہ زیادہ اجرتی مزدوروں کا استحصال کرتا ہے۔ جلد ہی وہ بٹائی دار، نصف کاشتکار بن جاتا ہے۔ سامان زراعت کا ایک حصہ پیشگی وہ دیتا ہے اور دوسرا حصہ زمیندار۔ مجموعی پیداوار کو وہ دونوں معاہدے میں مقرر کئے ہوئے تناسب کے اعتبار سے تقسیم کر لیتے ہیں۔ انگلستان میں یہ صورت جلد ہی غائب ہو جاتی ہے، اصل کاشتکار کو جگہ دینے کے لئے، کہ جو اجرتی مزوروں کو اپنے ہاں کام پر لگا کر خود اپنے سرمائے کی افزائش کرنے لگتا ہے اور زمیندار کو لگان کے طور پر، فاضل پیداوار کا ایک حصہ، نقد یا جنس کی صورت میں ادا کرنے لگتا ہے۔ اب تلک، پندرھویں صدی کے دوران میں، خود مختار کسان اور خود اپنے لئے نیز اجرت پر کام کرنے والے کھیت مزدور کی حیثیت سے خود اپنی محنت سے اپنے مال وزر میں اضافہ کیا کرتے تھے، کاشتکار کے حالات اور اس کا دائرۂ پیداوار، یکساں اوسط درجے کے تھے۔ زراعتی انقلاب نے جو پندرھویں صدی کے آخری تہائی میں شروع ہوا تھا اور قریب قریب پوری سولہویں صدی کے دوران میں جاری رہا (صرف اس کے آخری دس برسوں کو چھوڑ کر) اس کی دولت میں اسی رفتار سے اضافہ کیا جس سے کہ زراعت پیشہ عام لوگوں کی مفلسی میں۔(42)

شاملات کے ہڑپ کر لیے جانے سے اس کو مویشیوں کے اپنے گلے میں، قریب قریب بغیر کچھ خرچ

کیے، بڑا اضافہ کرنے کا موقع ملا جبکہ ان سے اس کو زمین کی کاشت کے لیے کھاد بڑی مقدار میں حاصل ہوئی۔ سولہویں صدی میں اس میں ایک اہم عنصر کا اضافہ ہوگیا۔ ان دنوں کھیتوں کے پٹے طویل عرصے کے، اکثر 99 برس کے ہوا کرتے تھے۔ قیمتی دھاتوں اور اس وجہ سے زر کی قدر میں بتدریج اور متواتر کمی نے کاشتکار کو سنہری پھل دیے۔ ان تمام صورت حالات کے علاوہ جن سے مندرجہ بالا سطور میں بحث ہو چکی ہے، اس نے اجرتیں گھٹا دیں۔ موخرالذکر کا ایک حصہ اب فارم کے منافعوں میں جمع ہونے لگ گیا تھا۔ اناج، اون، گوشت، مختصر یہ کہ زراعتی پیداوار کی تمام اشیاء کی قیمت میں متواتر اضافے نے کاشتکار کے نقد سرمائے میں بڑا اضافہ کیا جس کے لیے اس نے کوئی عمل نہیں کی تھا، لگان جو اس نے ادا کیا (زر کی پرانی قدر کے مطابق حساب میں لائے جانے کے باعث) درحقیقت گھٹ گیا (43)۔ اس طرح سے وہ اپنے مزدوروں اور اپنے زمینداروں دونوں کے سرمالدار بن گئے۔ اس لیے کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ انگلستان میں سولہویں صدی کے آخر میں سرمایہ دار کاشتکار کا ایک طبقہ پیدا ہو گیا تھا جو اس زمانے کے حالات کے پیش نظر دولت مند تھا۔ (44)

## صنعت پر زراعتی انقلاب کا ردعمل۔

## صنعتی سرمائے کے لیے گھریلو منڈی کا قیام

زراعت پیشہ آبادی کی بے دخلی اور اخراج نے جو وقفوں میں ہوا مگر بار بار پھر سے شروع ہوتا رہا، جیسا کہ ہم نے دیکھا قصبات کی صنعتوں کو پرولتاریوں کا ایک جم غفیر فراہم کیا جن کا ہم پیشہ لوگوں کی انجمنوں سے قطعی کوئی تعلق نہیں تھا اور جو ان کی بندشوں سے آزاد تھے؛ خوش قسمتی کی ایک ایسی صورت حال کہ جس کے متعلق بزرگ اے۔ اینڈرسن نے (جیمز اینڈرسن سے خلط ملط مت کیجیے گا) اپنی "تاریخ تجارت" میں اس عقیدے کا اظہار کیا کہ یہ براہ راست نتیجہ رحمت خداوندی کا ہے۔ زمانہ قدیم کی جمع کے اس عنصر پر غور کرنے کے لیے ہمیں پھر ایک لمحے توقف کرنا چاہیے۔ خودمختار خودکفیل کسانوں کی آبادی چھدری ہو جانے سے نہ صرف صنعتی پرولتاریہ ٹوٹ کر ایک جگہ جمع ہوا، اس طریقے سے کہ جیسے جیوفری سینٹ ہیلیئر نے خلائی مادے کی ایک جگہ تکثیف کی وضاحت دوسری جگہ اس کے لطیف ہو جانے سے کی (45)۔ کاشت کرنے والوں کی تعداد میں کمی کے باوجود، مٹی نے اتنی ہی یا اس سے زیادہ پیداوار فراہم کی، کیونکہ املاک اراضی کے حالات میں انقلاب کے ساتھ ہی ساتھ کاشت کے بہتر طریقوں کو رواج ملا، زیادہ بڑا تعاون ہونے لگا، ذرائع پیداوار مرکوز ہونے لگ گئے وغیرہ اور اس وجہ سے کہ نہ صرف زراعتی اجرتی مزدوروں پر زیادہ شدت سے زور پڑ گیا (46) بلکہ پیداوار کا میدان عمل جس پر وہ خود کام کیا

کرتے تھے دن بدن زیادہ سکڑ گیا۔ زراعت پیشہ آبادی کے ایک حصے کے آزاد ہونے کے ساتھ ہی ساتھ اس لیے، ان کی غذا کے سابقہ ذرائع بھی صرف ہونے سے بچ رہے۔ اب وہ غیر مستقل سرمائے کے مادی اجزا میں تبدیل ہوگئے تھے۔ بے دخل اور بے گھر ہو جانے کے بعد کسان کو اپنی قدر اپنے نئے مالک، صنعتی سرمایہ دار سے اجرتوں کی شکل میں خریدنی پڑی۔ جو بات گذر اوقات کے ذرائع پر منحصر ہوتی ہے، کچے مال پر بھی صادق آتی ہے۔ وہ مستقل سرمائے کے ایک عنصر میں تبدیل ہوگیا۔ مثلاً مان لیجئے کہ ویسٹ فالیان کے کسانوں کا، جو فریڈرک دوئم کے زمانے میں سب فلیکس کی کتائی کیا کرتے تھے، ایک حصہ زبردستی بے دخل کر دیا اور زمینوں سے نکال دیا گیا اور دوسرا حصہ جو باقی بچا وہ بڑے بڑے کاشتکاروں کے ہاں اناج کے بدلے کام کرنے والے مزدوروں میں تبدیل ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ فلیکس کی کتائی اور بنائی کے بڑے بڑے کاروبار بھی قائم ہوتے ہیں جن میں وہ لوگ جو "آزاد ہوگئے تھے" اجرت پر کام کرنے لگتے ہیں۔ فلیکس دیکھنے میں بالکل پہلے ہی جیسا ہوتا ہے۔ اس کا ایک ریشہ بھی تبدیل نہیں ہوتا لیکن اس کے جسم میں ایک نئی سماجی روح داخل ہوگئی ہے۔ اب وہ کارخانہ دار مالک کے مستقل سرمائے کے ایک حصے کی تشکیل کرتا ہے۔ پہلے کئی چھوٹے چھوٹے، مال تیار کرنے والوں میں جو اس کی کاشت خود کیا کرتے تھے اور اپنے بال بچوں کے ساتھ ساتھ تھوڑا تھوڑا کر کے اس کی کتائی کیا کرتے تھے، یہ بٹا ہوا تھا، اب ایک سرمایہ دار کے ہاتھ میں ایک جگہ جمع ہوگیا ہے جو اپنے لئے اس کو دوسروں سے کتواتا اور بنواتا ہے۔ فلیکس کی کتائی میں جو فاضل محنت صرف ہوتی وہ پہلے بہت سارے کسان کنبوں کی فاضل آمدنی کی صورت میں وصول ہو جاتی تھی یا، غالباً فریڈرک دوئم کے زمانے میں وہ پروشیا کے راجہ کو دئے جانے والے محصولات کی شکل اختیار کر لیتی ہو۔ اب یہ چند سرمایہ داروں کے منافع کی صورت میں وصول ہوتی ہے۔ تکلے اور کرگھے جو پہلے پورے ملک کی سرزمین پر پھیلے پڑے تھے، اب مزدوروں کی چند بڑی بڑی باڑیوں میں، مزدوروں اور کچے مال کے ساتھ جمع ہیں۔ اور تکلے، کرگھے کچا مال اب کتائی اور بنائی کرنے والوں کے آزادانہ وجود کے ذریعے سے تبدیل ہو کر ان پر غلبے کا اور ان میں سے وہ محنت چوس کر نکالنے وسیلہ بن گے ہیں جس کی اجرت ادا نہیں کی جاتی (47)۔

بڑے بڑے کارخانوں اور بڑے فارموں کو جب دیکھتے ہیں تو یہ نظر نہیں آتا کہ پیداوار کے بہت سے چھوٹے چھوٹے مرکزوں کو ایک جگہ لا کر جمع کر دینے سے ان کی ابتدا ہوئی ہے اور بہت سارے چھوٹے چھوٹے خود مختار مال تیار کرنے والوں کی بے دخلی سے ان کی تعمیر ہوئی ہے۔ پھر بھی عام لوگوں کی قوت ادراک غلط نہیں تھی۔ شیر انقلاب، میرابو کے زمانے میں، اشیا سازی کے بڑے بڑے مرکزوں کو ابھی مجموعہ کارگاہ کا نام دیا جاتا تھا، جیسے کہ ہم ایک جگہ جمع کئے ہوئے کھیتوں کی بات کیا کرتے ہیں۔ میرابو نے لکھا ہے کہ "ہم صرف اشیا سازی کے بڑے بڑے مرکزوں پر توجہ دے رہے ہیں، جن میں سینکڑوں لوگ ایک ہدایت کار کے تحت کام کرتے ہیں اور جو

عرف عام میں مجموعۂ کارگاہ کہلاتے ہیں۔ان پر جہاں بہت سارے مزدور کام کرتے ہیں، ہر ایک الگ الگ، اپنے حسابوں، بمشکل کوئی توجہ دی جاتی ہے۔ان کو دوسروں سے غیر متعین فاصلے پر پہنچا دیا جاتا ہے۔ یہ ایک بڑی غلطی ہے کیونکہ صرف موخر الذکر ہی قومی خوش حالی کی ایک اہم شے ہے.... بڑی بڑی کارگاہ (مجموعہ گارگاہ) تو صرف ایک یا دو کاروباریوں کو مالا مال کردے گی، لیکن مزدور تو صرف اجرت پر کام کرنے والے کاریگر ہوں گے، کم وبیش مزدوری ملے گی، اور کاروبار کی کامیابی میں ان کو کوئی حصہ نہیں ملے گا۔علیحدہ کارگاہ میں، اس کے برعکس، کوئی بھی مالدار نہیں بنے گا، لیکن بہت سے مزدور آرام سے رہیں گے، کفایت شعار اور محنتی تھوڑا سا سرمایہ اکٹھا کر سکیں گے، گھر میں خوشی کے لئے، دکھ بیماری کے لئے، اپنے لئے یا اپنے عزیزوں کے لئے کچھ بچا کر رکھ سکیں گے۔ کفایت شعار اور جفاکش مزدوروں کی تعداد میں اضافہ ہوگا کیونکہ نیک چلنی میں، سرگرمی میں ان کو وہ ذرائع نظر آئیں گے جو اصل میں ان کی حالت کو بہتر کریں گے اور اجرت میں تھوڑے سے اضافے میں نہیں، جو کہ مستقبل کے لیے کبھی کسی اہمیت کا حامل نہیں ہو سکتا اور جس کا واحد نتیجہ یہ ہے کہ لوگ ذرا بہتر زندگی بسر کرنے کے لائق ہو جاتے ہیں لیکن محض روز بہ روز... بڑی بڑی کارگاہیں، بعض نجی لوگوں کے کاروبا جو مزدوروں کو روزانہ اجرت دیتے ہیں، اپنے لیے منافع حاصل کرنے کی غرض سے، ممکن ہے کہ ان نجی افراد کو سہولت پہنچائیں، لیکن یہ حکومتوں کی توجہ کے لائق کبھی بھی نہیں ہوں گی۔الگ الگ کارگاہیں ہی، جو بیشتر چھوٹی چھوٹی زمینوں پر کاشت کے ساتھ وابستہ ہوا کرتی ہیں، واحد آزاد کارگاہیں ہوتی ہیں۔"(48) زراعت پیشہ آبادی کے ایک حصے کی بے دخلی اور گھر سے بے گھر ہونے سے صرف مزدور، ان کے ذرائع معاش اور محنت کے لیے سامان ہی خالی نہیں ہوئے، اس سے گھریلو منڈی بھی قائم ہوگئی۔

درحقیقت جن واقعات نے چھوٹے کسانوں کو اجرتی مزدوروں میں، اور ان کے رزق ذرائع محنت کو سرمائے کے مادی عناصر میں تبدیل کیا انہوں نے ہی اس کے ساتھ ساتھ موخر الذکر کے لیے گھریلو منڈی بھی قائم کی۔ پہلے کسان کنبہ رزق اور خام اشیاء کے ذرائع پیدا کیا کرتا تھا، جس کا بیشتر حصہ وہ خود مصرف میں لے آیا کرتا تھا۔خام اشیاء اور اشیائے خوردنی اب اشیائے تجارت بن گئی ہیں۔ بڑا کاشتکار انہیں فروخت کرتا ہے؛ اشیا سازی کے مرکزوں میں اسے ان کی منڈی مل جاتی ہے۔سوت، کپڑا، موٹی جھٹی اونی چیزیں جن کا کچا مال ہر کسان کنبے کی پہنچ میں تھا، وہ انہیں اپنے استعمال کے لیے خود کاتتا اور بنتا تھا۔اب صنعت کی اشیاء میں تبدیل ہوگئی تھیں، جن کے لیے ملک کے اضلاع فوراً منڈیوں کا کام دینے لگے۔ بہت سارے تتر بتر وہ گاہک جنہیں اکا دکا دستکار، خود اپنے حسابوں کام کر کے چھوٹے پیمانے پر سامان تیار کرنے والوں میں اب تک بنا لیا کرتے تھے، اب ایک جگہ جمع ہو کر صنعتی سرمائے کی مہیا کی ہوئی ایک بڑی منڈی بن گئے ہیں۔ (49) اس طرح خود کفیل کسان کی بے دخلی

کے، ذرائع پیداوار سے ان کی علیحدگی کے ساتھ ہی ساتھ، دیہی گھریلو صنعت کی تباہی بھی ہوتی ہے، اشیا سازی اور زراعت کے درمیان علیحدگی کا عمل بھی رونما ہوتا ہے۔اور دیہی گھریلو صنعت کی تباہی ہی کسی ملک کی اندرونی منڈی کو وہ وسعت اور پائیداری بخش سکتی ہے جس کے سرمایہ دارانہ طرز پیداوار کو ضرورت ہوتی ہے۔ پھر بھی صحیح معنوں میں جسے اشیاء سازی کی مدت کہا جاتا ہے وہ اس تبدیلی کو بنیادی اور مکمل طور پر لانے میں کامیاب نہیں ہوتی۔آپ کو یاد ہوگا کہ جسے صحیح معنوں میں اشیاء سازی کہا جاتا ہے وہ قومی پیداوار کی مملکت پر محض جزوی فرمان روائی حاصل کر پاتی ہے اور ہمیشہ شہری دستکاریوں، دیہی اضلاع کی گھریلو صنعت کا اپنی قطعی بنیاد کی حیثیت سے سہارا لیے رہتی ہے اگر ایک صورت میں، مخصوص شاخوں میں، بعض مقامات پر وہ ان کو تباہ و برباد کرڈالتی ہے تو دوسری جگہ کہیں وہ ان کو پھر طلب بھی کر لیتی ہے کیونکہ ایک خاص نکتے تک اس کو کچا مال تیار کرنے کے لیے ان کی صورت ہوتی ہے اس لیے وہ چھوٹے چھوٹے دیہاتیوں کا ایک نیا طبقہ پیدا کرتی ہے، جو زمین کو جوتنے کا کام اپنے ذیلی پیشے کی طرح جاری رکھتے ہوئے، صنعتی محنت کو اپنا خاص بنا لیتے ہیں کہ جس کی پیداوار کو وہ براہ راست یا سوداگروں کے وسیلے سے اشیا سازوں کو فروخت کر دیتے ہیں۔اس مظہر کا یہ خاص تو نہیں مگر ایک سبب ضرور ہے جو پہلے پہل تاریخ انگلستان کے طالب علم کو چکرا دیتا ہے۔ پندرہویں صدی کے آخری تہائی زمانے سے اس کو متواتر، بیچ بیچ میں صرف کہیں کہیں ہی وقفے آتے ہیں، دیہی اضلاع میں سرمایہ دارانہ کاشتکاری کی دست درازیوں اور کسان کی بڑھتی ہوئی تباہی کی شکایتیں ملتی ہیں۔ دوسری طرف یہ کسان اس کو بار بار پھر آتے دکھائی دے جاتے ہیں، اگرچہ گھٹی ہوئی تعداد میں اور ہمیشہ پہلے سے زیادہ خراب حالت میں(50)۔خاص وجہ یہ ہے: انگلستان باری باری سے کبھی تو خاص اناج کی پیداوار حاصل کرنے والا ملک ہوتا ہے، کبھی خاص طور سے مویشی پالنے والا، اور اس کے ساتھ کسان کی کاشت کے رقبے میں کمی بیشی ہوتی ہے۔صرف جدید صنعت ہی، اور حتمی طور پر، مشینری کی صورت میں، سرمایہ دارانہ زراعت کی پائیدار بنیاد فراہم کرتی ہے، زراعت پیشہ آبادی کی بھاری اکثریت کو بنیادی طور پر بے دخل کر دیتی ہے، اور زراعت اور دیہی گھریلو صنعت کو جس کی جڑوں یعنی کتائی اور بنائی کو اکھاڑ پھینک، ایک دوسرے سے الگ کر دینے کے عمل کو پورا کرتی ہے(51)۔اس لیے یہ پہلی بار صنعتی سرمائے کے لیے پوری گھریلو منڈی کو بھی فتح کر لیتی ہے(52)۔

## صنعتی سرمایہ دار کی ابتدا

صنعتی (53) سرمایہ دار کا ارتقا اتنا رفتہ رفتہ نہیں ہوا جتنا کہ کاشتکار کا، بلا شبہ بہت سے چھوٹے چھوٹے ہم پیشہ انجمنوں کے سر براہوں اور اس سے بھی زیادہ خود مختار چھوٹے چھوٹے دستکاروں یا یہاں تک کہ اجرتی مزدوروں نے بھی اپنے آپ کو چھوٹا سرمایہ دار بنا لیا اور (اجرتی محنت کے استحصال کو رفتہ رفتہ وسیع کر کے اور اسی مطابقت سے جمع بڑھا کر) پورم پار سرمایہ دار۔ سرمایہ دارانہ پیداوار کی طفولیت میں، واقعات اسی طرح رونما ہوئے جس طرح کے قرون وسطی کے شہروں کی طفولیت میں جہاں اس مسئلے کا فیصلہ کہ بھاگے ہوئے زرخرید کسانوں میں سے کون آقا ہو اور کون نوکر، بڑی حد تک ان کے فرار کی تاریخ پہلے یا پیچھے ہونے سے کیا جاتا تھا۔ اس طریقے کی سست رفتاری نئی عالمی منڈی کی جو کہ پندرھویں صدی کے اختتام کی عظیم الشان دریافتوں نے قائم کی تھی، کاروباری ضرورتوں سے کسی طرح بھی مطابقت نہیں رکھتی تھی۔ لیکن قرون وسطی نے سرمائے کی دو واضح صورتیں سپرد کی تھیں، جو انتہائی مختلف معاشی سماجی تشکیلوں میں پختگی حاصل کرتی ہیں اور جو سرمایہ دارانہ طرز پیداوار کے عہد سے قبل اصل سرمایہ تصور کی جاتی ہیں: سود خور کا سرمایہ اور تاجر کا سرمایہ۔

" آج کل سماج کی دولت پہلے سرمایہ دار کے قبضے میں جاتی ہے... وہ مالک اراضی کو اس کا لگان ادا کرتا ہے، مزدور کو اس کی اجرت، محصول اور عشرہ وصول کرنے والوں کو ان کے مطالبات اور محنت کی سالانہ پیداوار کا ایک بڑا، دراصل سب سے بڑا اور متواتر بڑھتا ہوا حصہ اپنے لئے رکھ لیتا ہے۔ سرمایہ دار کو اب ملت کی ساری دولت کا پہلا مالک کہا جا سکتا ہے، حالانکہ اس املاک پر یہ حق اس کو کسی قانون نے نہیں دیا ہے... یہ تبدیلی سرمائے پر سود لینے سے ظہور میں آئی ہے.... اور یہ بات کچھ کم عجیب نہیں ہے کہ یورپ کے تمام قانون سازوں نے قوانین، جیسے کہ سود خوری کے خلاف قوانین کے ذریعے اس کا حفظ ما تقدم کرنے کی کوشش کی ہے... ملک کی ساری دولت پر سرمایہ دار کا اختیار حق ملکیت میں مکمل تبدیلی ہے اور کس قانون یا سلسلہ قوانین کی رو سے یہ عمل میں آئی؟..(54) مصنف کو یاد رکھنا چاہئے تھا کہ انقلابات قوانین کے ذریعے نہیں ہوا کرتے۔

نقد سرمائے کو جس کی تشکیل سود خوری اور تجارت سے ہوتی تھی، صنعتی سرمائے میں تبدیل ہونے سے، دیہات میں جاگیردارانہ آئین نے، شہروں میں ہم پیشہ وروں کی تنظیم نے روکا تھا(55)۔ جاگیرداروں کے خادموں کے دستوں کے توڑ دئے جانے سے، دیہات کی آبادی کی بے دخلی اور جزوی طور پر گھروں سے نکال دئے جانے سے یہ بندشیں غائب ہو گئیں۔ نئے اشیا سازی کے مرکز بحری بندرگاہوں میں قائم ہوئے یا ان بری مقامات پر جو پرانی میونسپلٹیوں اور ان کی ہم پیشہ وروں کی تنظیموں کے حلقہ اختیار سے باہر تھے۔ چنانچہ انگلستان میں بلدیاتی شہروں کی ان نئی صنعتی طفل گاہوں کے خلاف تلخی کے حد تک جدوجہد ہوئی۔

امریکہ میں سونے اور چاندی کی دریافت، مقامی باشندوں کی جڑ بنیاد اکھیڑنے، غلام بنانے اور کانوں کے اندران کی تدفین سے، جزائرشرق الہند کے مغلوب ہوجانے اوران میں تباہی وغارتگری شروع ہوجانے، افریقہ کو سیاہ جلد والوں کی شکارگاہ میں تبدیل کر لینے سے سرمایہ دارانہ پیداوار کے عہد کی صبح گلابی کی نوید ملی۔ ان دلکش واقعات کی رونمائی زمانہ قدیم کی جمع کے لمحات عظیم ہیں۔ انہیں کے پیچھے پیچھے یورپی قوموں کی تجاتی جنگ آتی ہے جس کا میدان کرہ ارض ہے۔ اس کا آغاز اسپین سے نیدرلینڈ کی بغاوت سے ہوتا ہے، جو انگلستان کی مخالف جیکوبن جنگ کا دیوقامت اختیار کر لیتی ہے اور چین کے خلاف افیمی جنگوں وغیرہ کی صورت میں اب بھی جاری ہے۔

زمانہ قدیم کی جمع کے مختلف لمحات اب کم وبیش تاریخ وار تسلسل سے اپنے آپ کو تقسیم کر لیتے ہیں، خصوصاً اسپین، پرتگال، ہالینڈ، فرانس اور انگلستان پر۔ انگلستان میں سترہویں صدی کے آخر میں وہ ایک مقررہ نظام اتصال کے مطابق آتے ہیں اور نوآبادیوں، قومی قرضے، جدید انداز محصول اور نظام تحفظات کا احاطہ کئے ہوئے ہوتے ہیں ان طریقوں کا انحصار جزوی طور پر وحشیانہ قوت مثلاً نوآبادیاتی نظام پر ہوتا ہے۔ مگر وہ سب ریاستی اقتدار، سماج کی مرکوزہ اور منظم قوت کا جاگیردارانہ طرز پیداوار کو سرمایہ دارانہ طرز میں تبدیل کرنے کے عمل میں تیزی لانے، گرم خانے کا سا انداز پیدا کرنے اور عبوری مدت کو مختصر کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ ہر پرانے سماج کے لئے جس کے ہاں نئے سماج کا حمل قرار پا چکا ہو، دائی کا کام قوت کرتی ہے، یہ بجائے خود ایک معاشی طاقت ہے۔

مسیحی نوآبادیاتی نظام کے بارے میں ڈبلو۔ ہاویٹ، جنھوں نے مسیحیت میں مہارت خصوصی حاصل کر لی ہے، کہتے ہیں "دنیا کے ہر خطے میں ساری جگہ اور ہر قوم پر جس کو قابو میں کر سکی، نام نہاد مسیحی نسل کی بربریت اور بے دھڑک مظالم کا کرہ ارض کے کسی بھی عہد کی کسی اور نسل کے مظالم کے متوازی قرار نہیں دیا جا سکتا خوہ وہ کتنی ہی جاہل اور کتنی ہی بے رحم اور شرم وحیا سے عاری کیوں نہ رہی ہو۔" (56) ہالینڈ کے نوآبادیاتی نظم ونسق کی تاریخ _ اور ہالینڈ سترہویں صدی کی سرمایہ دار قوموں کا سربراہ تھا۔ "دغابازی، رشوت ستانی، قتل عام اور کمینہ پن کے انتہائی غیر معمولی تعلقات میں سے ایک ہے۔" (57) جاوا کے لئے غلام حاصل کرنے کی غرض سے آدمیوں کو چرانے کے ان کے طریقے سے زیادہ کرداری نوعیت کی اور کوئی چیز نہیں ہے۔ اس غرض سے آدمی چرانے والوں کو خاص تربیت دی جایا کرتی تھی۔ اس تجارت کے خاص کارکن چور، مترجم اور فروخت کرنے والے ہوا کرتے تھے، دیسی راجہ خاص فروخت کرنے والا ہوتا تھا۔ جو نوجوان چوری کئے جاتے تھے ان کو سیلے بس کے خفیہ قید خانوں میں ڈال دیا جاتا تھا حتی کہ وہ غلاموں کے جہازوں میں بھیجے جانے کے لئے تیار ہو جاتے۔ ایک سرکاری رپورٹ

میں کہا گیا ہے:"مکاسر کا یہ شہر مثلاً خفیہ قید خانوں سے بھرا پڑا ہے، ایک سے ایک زیادہ وحشتناک، جن میں حرص اور جور وستم کے شکار بدقسمت لوگ جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں او جن کو اپنے گھر والوں سے زبردستی الگ کر دیا گیا ہے ٹھونس ٹھونس کر بھر دئے گئے ہیں۔" ملاکا پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے ولندیزیوں نے پرتگالی گورنر کو رشوت کی پیشکش کی۔ اس نے 1641 میں ان کو شہر میں داخل ہونے دیا۔ فوراً ہی وہ لپک کر اس کی رہائش گاہ پر پہنچے اور اس کو قتل کر دیا تاکہ اس کو غداری کی قیمت 21875 پاؤنڈ کی رقم ادا کرنے سے "چھٹی" مل جائے۔ جہاں کہیں بھی انہوں نے قدم رکھا، تباہی اور ویرانی پیچھے پیچھے آئی۔ جاوا کے ایک صوبے بنجوانگی کی آبادی 1750 میں 80000 تھی، 1811 میں وہ 8000 رہ گئی واہ ری تجارت!

انگلستان کی ایسٹ انڈیا کمپنی (ایک انگلستانی تجارتی کمپنی جو 1600 سے لے کر 1858 تک رہی۔ یہ ہندوستان، چین اور دوسرے ایشیائی ملکوں میں انگلستان کی غارگرانہ نوآبادیاتی پالیسی کا ایک آلہ کار تھی۔ اٹھارویں صدی کے وسط کے بعد کے زمانے میں یہ کمپنی جس کی کمان میں ایک بری اور بحری فوج تھی، ایک طاقتور فوجی قوت کی نمائندگی کرتی تھی، جس کو انگریز نوآبادکاروں نے ہندوستان کو فتح کرنے کے لئے استعمال کیا تھا۔ خاصے ایک عرصے تک اس کمپنی کو ہندوستان سے تجارت پر بلاشرکت غیرے اجارہ داری حاصل رہی اور اس ملک پر اس کو سیاسی اقتدار حاصل رہا۔ لیکن 1857--1859 میں ہندوستانی قومی آزادی کی بغاوت نے انگریزوں کو اپنے نوآبادیاتی اقتدار کی صورتیں بدلنے پر مجبور کر دیا: کمپنی کو ختم کر دیا گیا اور ہندوستان تاج برطانیہ کی ملکیت بن گیا) نے جیسا کہ سب اچھی طرح واقف ہیں، ہندوستان میں سیاسی حکمرانی کے علاوہ چائے کی تجارت کی، نیز عموماً چینی تجارت کی اور یورپ سامان لانے لے جانے کی تنہا اجارہ داری حاصل کر لی تھی۔ لیکن ہندوستان کی ساحلی تجارت اور جزیروں کے درمیان آپس کی اور ہندوستان کی اندرونی تجارت پر بھی کمپنی کے اعلیٰ عہدیدار ملازموں نے اجارہ قائم کر لیا تھا۔ نمک، افیم، پان اور دوسری اشیائے تجارت کی اجارہ داریاں دولت کی لازوال کانیں تھیں یہ ملازمین خود قیمتیں مقرر کیا کرتے اور بدقسمت ہندوستانیوں کو جیسے جی چاہتا لوٹا کرتے تھے۔ اس نجی لین دین میں گورنر جنرل حصہ وصول کیا کرتا تھا۔ اس کے منظور نظر ایسی شرائط پر ٹھیکے حاصل کیا کرتے تھے جن کی رو سے وہ، جو کیمیا گروں سے زیادہ چالاک تھے، جہاں کچھ نہ ہوتا وہاں سے سونا بنایا کرتے۔ راتوں رات، کھمبیوں کی طرح، دولت کے انبار لگ گئے، ایک شلنگ بھی پیشگی دئے بغیر ابتدائی جمع بنتی چلی گئی۔ وارن ہیسٹنگز کا مقدمہ ایسے واقعات سے بھرا پڑا ہے۔ ایک مثال دیکھئے۔ کسی سلیوان کو ہندوستان کے ایک ایسے علاقے میں جو افیم کے خطے سے بہت دور واقع تھا، سرکاری کام پر روانہ ہوتے وقت افیم کا ٹھیکہ دیدیا گیا۔ سلیوان نے اپنا ٹھیکہ 40 ہزار پاؤنڈ میں فروخت کر دیا۔ اسی روز بن نے اسے 60 ہزار پاؤنڈ میں فروخت کیا اور آخر کار جس نے یہ ٹھیکہ خرید کر پورا کیا

اس نے اس سب کے بعد بڑا منافع کمایا۔ ان افراد میں سے ایک فرد کے مطابق جو پارلیمنٹ میں پیش کر گئی تھیں، کمپنی اور اس کے ملازمین نے 1757 سے 1766 تک ہندوستانیوں سے بطور تحفہ 60 لاکھ پاؤنڈ حاصل کیے۔ 1769 اور 1770 کے درمیان انگریزوں نے سارا چاول خرید کر اور اس کو بے انتہا مہنگے داموں کے علاوہ دوبارہ فروخت کرنے سے انکار کر کے ایک مصنوعی قحط تیار کیا (58)۔

دیسی باشندوں سے سلوک، قدرتی طور پر، سب سے زیادہ خوفناک باغات والی ان نوآبادیات میں تھا جو صرف برآمدی تجارت کے لئے بنائی گئی تھیں جیسے کہ ویسٹ انڈیز اور مالدار اور گنجان آبادی والے ممالک جیسے کہ میکسیکو اور ہندوستان، جن میں خوب لوٹ مچائی گئی۔ لیکن ان نوآبادیوں میں بھی کہ جو صحیح معنوں میں نوآبادتھیں، ابتدائی جمع کی مسیحیتی خاصیت نے اپنے آپ کو جھٹلایا نہیں پروٹیسٹنٹ ازم کے سنجیدہ صاحبان ذوق، نیوانگلینڈ کے کٹر صداقت پسندوں نے 1703 میں اپنی اسمبلی میں قوانین پاس کر کے ہر انڈین کے کاسہ سر پر لال چمڑی کے قید کئے ہوئے ہر آدمی پر 40 پاؤنڈ کا انعام مقرر کیا تھا؛ 1720 میں میساچوسیٹس نے کسی ایک قبیلے کو باغی قرار دیا تھا تو مندرجہ ذیل دام لگائے گئے تھے: 12 سال یا اس سے زیادہ عمر کے مرد کے کاسہ سر پر 100 پاؤنڈ (نئی کرنسی میں)، مرد قیدی کے لئے 105 پاؤنڈ، قیدی عوتوں اور بچوں کے لئے 55 پاؤنڈ، عوتوں اور بچوں کے کاسہ سر کے لئے 50 پاؤنڈ۔ کچھ عشروں بعد نوآبادیاتی نظام نے دیندار زائراجداد کی اولاد سے جو اس عرصے میں آمادہ بغاوت ہو گئی تھی بدلہ لیا۔ انگریزوں کے اکسانے پر اور انگریزوں کی تنخواہ پر لال چمڑی والوں نے اپنے ہتھیار ٹوماہاک سے ان کے ٹکڑے کر ڈالے۔ برطانوی پارلیمنٹ نے خونی کتے چھوڑنے اور سر قلم کرنے کو "خدا کی قدرت کی طرف سے ہاتھ میں دیے ہوئے وسائل" قرار دیا۔

نوآبادیاتی نظام نے تجارت اور جہاز رانی کو گرم کانے میں پودے کی طرح پختہ کیا۔ لوتھر کی "سوسائیٹیز مونوپولیا" سرمائے کو ایک جگہ مرکوز کرنے کی طاقتور وسیلہ بنیں نوآبادیوں نے ابھرتے ہوئے کارخانوں کی اشیا کے لئے منڈیاں حاصل کر دیں اور، منڈی پر اجارہ داری کے ذریعے، بڑھی ہوئی جمع۔ کھلے عام لوٹ مار کر کے، غلام بنا کر اور قتل وخون کر کے بیرون یورپ جو خزانے ہتھیائے گئے وہ مادر وطن پہنچ گئے اور ان کو سرمائے میں تبدیل کر دیا گیا۔ ہالینڈ، جس نے سب سے پہلے نوآبادیاتی نظام کو پوری طرح نشوونما دی تھی، 1648 ہی میں اپنی تاجرانہ عظمت کے انتہائی عروج پر پہنچ گیا تھا۔ "وہ مشرقی ہندوستانی تجارت اور یورپ کے جنوب مغرب اور شمال مشرق کے درمیان کاروبار پر قریب قریب تنہا قابض تھا۔ اس کی ماہی گیری، بحری تجارت، مصنوعات کو دوسرے ہر ایک ملک پر سبقت حاصل ہو گئی تھی۔ اس جمہوریہ کا مجموعی سرمایہ باقی سارے یورپ کے مجموعی سرمائے کی بہ نسبت غالباً زیادہ اہم تھا۔" گولچ یہ اور کہنا بھول گئے کہ 1648 تک ہالینڈ کے لوگ باقی سارے یورپ کے مجموعی طور پر بہ

نسبت کام کے بوجھ میں زیادہ دبے ہوئے، زیادہ مفلس اور زیادہ بے رحمی کے ساتھ مظلوم تھے۔

آج صنعتی افضلیت میں، تجارت میں فوقیت بھی شامل تصور ہوتی ہے۔ جسے صحیح معنوں میں اشیا سازی کا دور کہتے ہیں اس میں اس کے برعکس، تجارت میں فوقیت صنعتی فضیلت بخشتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں نو آبادیاتی نظام غالب کردار ادا کرتا ہے۔ "عجیب مولا تھا" جو یورپ کے پرانے خداؤں کے ساتھ قربان گاہ پر گال سے گال ملا کر بیٹھ گیا اور ایک دن کیا دل میں آیا کہ ایک ہی لپیٹے میں لات مار کر سب کو ڈھیر کر دیا۔ اس نے زائد قدر سازی کو نوع انسانی کا واحد مقصد و منزل قرار دیدیا۔

قرض عامہ کے یعنی قومی مقروضیت کے نظام نے، جس کی ابتدا ہمیں آج سے بہت قبل قرون وسطی میں جینوآ اور وینس میں ملتی ہے، اشیا سازی کے دور میں عام طور پر یورپ کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔ نو آبادیاتی نظام نے اپنی بحری تجارت اور تجارتی جنگوں کے ذریعے اس کے جلدی بڑھنے میں گرم خانے کی طرح مدد کی۔ چنانچہ اس کی جڑیں پہلے ہالینڈ میں مضبوط ہوئیں۔ قومی قرضے یعنی ریاست کی علیحدگی نے _ خواہ مطلق العنان ہو، آئینی یا جمہوریائی _ اپنی مہر سے سرمایہ دارانہ عہد کا آغاز کیا جسے قومی دولت کہا جاتا ہے۔ اس کا نئے زمانے کی قوموں کے اجتماعی قبضے میں درحقیقت جو حصہ داخل ہوتا ہے وہ ہے، ان کا قومی قرضہ (59)۔ چنانچہ، اس کے لازمی نتیجے کی حیثیت سے یہ جدید اصول وجود میں آیا کہ کوئی قوم جس قدر زیادہ مالدار ہوتی ہے، قرض عامہ سرمائے کا جزو ایمان بن جاتا ہے۔ اور قومی قرض سازی کے فروغ کے ساتھ ساتھ قومی قرضے میں اعتقاد کا فقدان روح القدس کے خلاف کلمات کفر کی جگہ لے لیتا، جس کو ممکن ہے کبھی بھی معاف نہ کیا جا سکے۔

قرضہ عامہ زمانہ قدیم کی جمع کے سب سے زیادہ طاقتور بیرموں میں سے ایک بیرم بن جاتا ہے۔ جیسا کہ جادو کی چھڑی کی ایک ضرب سے، یہ بانجھ نقد وزر کو افزائش نسل کی قوت عطا کر دیتا ہے اور اس طرح سے اس کو سرمائے میں تبدیل کر دیتا ہے، اور کو ان مشکلوں اور خطروں میں مبتلا ہونے کا خطرہ مول لینے کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی جو اس کو صنعت میں لگانے کا یا سود پر بھی چلانے کا لازمی جزو ہے۔ ریاستی قرضے دینے والے درحقیقت دیتے کچھ نہیں کیونکہ جو رقم ادھار دی جاتی ہے اس کو سرکاری قرض ناموں میں تبدیل کر لیا جاتا ہے، جو بہ آسانی قابل فروخت ہوتے ہیں جو ان کے ہاتھوں میں اسی طرح چلتے رہتے ہیں جیسے کہ اتنی ہی نقد رقم۔ مگر اس سے بھی آگے، کاہل سالیانہ خوروں کے ایک طبقے کے علاوہ جو اس طرح پیدا ہو جاتا ہے، اور حکومت اور قوم کے درمیان بچولی یعنی سرمایہ کاروں کی برجستہ دولت کے علاوہ، اسی طرح محصول ادا کرنے والے کاشتکاروں، سوداگروں، نجی صنعت کاروں کے بھی علاوہ جن کے لئے ہر قومی قرضے کا خاصا بڑا حصہ آسمان سے ٹپکے ہوئے سرمائے کی طرح کام آتا ہے _ قومی قرضے نے مشترکہ سرمائے کی کمپنیوں کو، ہر وضع کے قابل فروخت اثاثے کے کاروبار اور

صرافے کا کام کرنے کو، مختصر یہ کہ اسٹاک ایکسچینج کی جوئے بازی کو اور جدید بینک کار نوکر شاہی کو فروغ دیا ہے۔

اپنے جنم کے وقت بڑے بینک جو کہ قومی ناموں سے آراستہ تھے، محض نجی سٹے بازوں کی انجمن کی حیثیت رکھتے تھے، جو اپنے آپ کو حکومتوں کی بغل میں پہنچا دیا کرتے اور ان کو جو مراعات ملتیں ان کی بدولت ریاست کو رقم پیش کرنے کا درجہ حاصل کر لیا کرتے۔ چنانچہ قومی قرضے کا جمع ہو جانا اس سے زیادہ کوئی بے خطا کاروائی نہیں ہے کہ ان بینکوں کا سرمایہ متواتر بڑھتا رہتا ہے، جن کے مکمل ارتقا کا آغاز 1694 میں بینک آف انگلینڈ کے قیام سے ہوتا ہے۔ بینک آف انگلینڈ نے اپنا روپیہ حکومت کو 8 فیصدی پر قرض دینے سے کاروبار شروع کیا تھا؛ اس کے ساتھ ہی ساتھ پارلیمنٹ نے اس کو اختیار دیا تھا کہ اسی سرمائے کو بینک کے نوٹوں کی صورت میں عام لوگوں کو پھر سے ادھار دیکر اس سے رقمیں بنائے۔ اس کو اجازت تھی کہ ہنڈیوں کی ادائیگی کے لئے، سامان تجارت پر پیشگی ادائیگی کے لئے، اور قیمتی دھاتیں خریدنے کے لئے ان نوٹوں کو استعمال کرے۔ کچھ زیادہ دن نہیں لگے کہ یہ زر قرض، جو خود بینک کا اپنا بنایا ہوا تھا، وہ سکہ بن گیا جس میں بینک آف انگلینڈ ریاست کو قرض دیا کرتا تھا، اور ریاست کے حساب میں قرضہ عامہ پر سود ادا کیا۔ یہ کافی نہیں تھا کہ بینک نے ایک ہاتھ سے رقم دی اور دوسرے ہاتھ سے اس سے زیادہ وصول کر لی؛ وصولیابی کرتے ہوئے بھی وہ پیشگی دئے ہوئے آخری شلنگ تک قوم کا دائمی قرض خوار رہا۔ رفتہ رفتہ ناگزیر طور پر وہ ملک کی دھاتوں کا مال خانہ اور تاجرانہ قرض حاصل کرنے کا مرکز ثقل بن گیا۔ بینک کار نوکر شاہی، سرمایہ کاروں، سود خوروں، دلالوں، رشوت خوروں وغیرہ کے پورے اس جھول کے اچانک فروغ کا ان کے ہمعصروں پر کیا اثر ہوا تھا اس کی شہادت اس زمانے کی تحریروں مثلاً بولنگ پروک کی تخلیقات سے ملتی ہے۔ (60)

قومی قرضداری کے ساتھ بین الاقوامی ادھار کا نظام بھی شروع ہوا جس میں اکثر کسی ایک یا دوسری قوم کی زمانہ قدیم کی جمع کے وسائل میں سے ایک وسیلہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ چنانچہ وینس کے چوری کے نظام کی بدمعاشیوں نے ہالینڈ کے سرمائے کی دولت کا ایک خفیہ اڈہ بنا لیا تھا جس کو وینس اپنے زوال کے دنوں میں بڑی بڑی نقد رقمیں ادھار دیا کرتا تھا۔ یہی کیفیت ہالینڈ اور انگلستان کی تھی۔ اٹھارویں صدی کے آغاز تک ہالینڈ کے اشیا ساز بہت پیچھے رہ گئے تھے۔ ہالینڈ اب تجارت اور صنعت کے فروغ والی قوم نہیں رہ گئی۔ اس لئے 1701--1776 سے اس کے کاروبار کی اہم شاخوں میں سے ایک، سرمائے کی رقمیں ادھار دینا، خصوصاً اپنے بڑے رقیب، انگلستان کو، دینا ہے۔ آج یہی چیز انگلستان اور ریاستہائے متحدہ کے درمیان جاری ہے۔ اس سرمائے میں سے بہت سارا جو آج ریاست ہائے متحدہ میں بغیر سند پیدائش کے نمودار ہوتا ہے، کل انگلستان میں بچوں کا وہ خون تھا جس نے سرمائے کی صورت اختیار کر لی تھی۔

چونکہ قومی قرضے کو آمد عامہ سے سہارا ملتا ہے جس کو سود کی سالانہ ادائیگیاں ضرور ہی پوری کرنی ہوتی ہیں، وغیرہ، اس لئے محصول عائد کرنے کا جدید نظام قومی قرضوں کے نظام کا لازمی تتمہ ہوتا ہے۔ قرضوں کی مدد سے حکومت غیر معمولی اخراجات پورے کرنے کے قابل ہو جاتی ہے اور محصول ادا کرنے والوں کو اس کا فوری احساس نہیں ہوتا؛ مگر ان کی وجہ سے ضرورت درپیش ہوتی ہے کہ محصولات بڑھیں۔ دوسری طرف یکے بعد دیگر لئے ہوئے قرضے جمع ہو جانے سے محصولات عائد کرنے میں اضافہ کرنے سے حکومت ہمیشہ مجبور ہوتی ہے کہ نئے غیر معمولی اخراجات کے لئے نئے قرضوں کا سہارا لے۔ جدید نظام مال گزاری، جس کا محور گزر اوقات کے انتہائی ضروری وسائل پر محصول عائد کرنے (اور اس طرح ان کی قیمتوں میں اضافے) سے تشکیل پاتا ہے۔ اس طرح محصول عائد کرنے کا خود بخود تسلسل پیدا کرنے کا جرثومہ جدید نظام مال گزاری کے اندر موجود ہوتا ہے۔ اس لئے ہالینڈ میں جہاں اس نظام کا سب سے پہلے افتتاح ہوا تھا، عظیم محبّ وطن ڈے وٹ نے اپنی تصنیف "قاعدے" (ظاہر ہے کہ مارکس "جمہوریہ ہالینڈ اور مغربی فرائزلینڈ کے بنیادی سیاسی اصولوں اور قاعدوں کا بیان" انگریزی زبان کے ایڈیشن کا حوالہ دے رہے ہیں، جس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ یہ جان ڈے وٹ کی تصنیف ہے اور جو 1662 میں لائڈین سے شائع ہوئی تھی۔ بعد میں حقیقت حال یہ دریافت ہوئی کہ اس کتاب کا مصنف (ڈے وٹ کے لکھے ہوئے دو بابوں کے علاوہ ایک ولندیزی معاشیات دان اور پیشِ رو صنعت کار، پیتر وان دین ہوف تھا (جو پیتر دلا کور کے نام سے بھی مشہور ہے۔) میں اسے اجرتی مزدور کو فرمانبردار، کفایت شعار، جفاکش اور محنت کے بوجھ کو حد سے زیادہ اٹھانے والا بنانے کے لیے بہترین نظام کی حیثیت سے خوب سراہا ہے۔ مگر اجرتی مزدور کی حالت پر اس کا جو تباہ کن اثر ہوتا ہے، اس سے ہم کو یہاں کم واسطہ ہے، بہ نسبت بالجبر بے دخلی کے، جو کسانوں، دستکاروں اور مختصر یہ کہ نچلے درمیانی طبقے کے تمام عناصر کی، اس سے ہوتی ہے۔ بورژوا معاشیات دانوں میں بھی اس کے متعلق دو رائیں نہیں ہیں۔ اس کی غاصبانہ کارگزاری میں تحفظ کے نظام سے جو اس کے لاینفک اجزا میں سے ایک ہوتا ہے، اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔

قرض عامہ اور اس سے مطابقت رکھنے والے نظام مال گزاری نے دولت کو سرمائے میں تبدیل کرنے اور عوام الناس کو بے دخل کرنے میں جو زبردست حصہ ادا کیا ہے اس کے باعث بہت سے اہل قلم، جیسے کابیٹ، ڈبلڈے اور دوسرے، جدید قوموں کی مصیبتوں کا بنیادی سبب غلطی سے اسی میں تلاش کرنے لگ گئے ہیں۔

تحفظ کا نظام صنعت کار بنانے کا، خود مختار مزدوروں کو بے دخل کرنے کا، قومی ذرائع پیداوار و معاش کو سرمائے میں تبدیل کرنے کا، قرون وسطی کی طرز پیداوار کو جدید طرز میں بدلنے کے لیے عبوری دور کو زبردستی مختصر کرنے کا ایک مصنوعی وسیلہ تھا اس ایجاد کو پیٹنٹ کرانے کے متعلق یورپی ریاستوں نے ایک دوسرے کی تکا بوٹی کر

ڈالی، اور، ایک بار قدر زائد بنانے والوں کی خدمت میں داخل ہو کر اس مقصد کی تکمیل کی جستجو میں نہ صرف اپنی قوم پر بالواسطہ تحفظی محصولات کے ذریعے اور براہ راست برآمدی عطیوں کے ذریعے محصول عائد کر دیا، بلکہ انہوں نے اپنے محکوم ملکوں میں پوری صنعت کو زبردستی سے جڑ سمیت اکھاڑ پھینکا، مثلاً جیسا کہ انگلستان نے آئرستانی اونی صنعت کے ساتھ کیا۔ براعظم یورپ میں، کولبرٹ کی پیش کردہ مثال کے مطابق، یہ عمل کہیں زیادہ سادہ کر دیا گیا۔ قدیمی صنعتی سرمایہ یہاں جزوی طور پر براہ راست ریاست کے خزانے سے آیا۔ " کیوں" میرابو چیختے ہیں" کیوں اتنی دور جاؤ یہ دیکھنے کے لئے کہ جنگ سے پہلے سیکسونی کی اشیا سازی کی عظمت کا سبب کیا تھا۔ 18 کروڑ کا قرض جو فرمانرواؤں نے کر لیا تھا!"(61)

نو آبادیاتی نظام، قرض عامہ، بھاری محصولات، تحفظ، تاجرانہ جنگیں وغیرہ جو سچی اشیا سازی کے دور کی اولاد ہیں، جدید صنعت کی طفلی میں زبردست پیمانے پر بڑھ جاتے ہیں۔ موخرالذکر کی پیدائش کا خیر مقدم معصوموں کے بہت بڑے پیمانے پر قتل عامہ سے کیا جاتا ہے۔ شاہی بحریہ کی طرح فیکٹریوں میں بھی بھرتی جبریہ پکڑ لانے والوں کے گروہوں کی مدد سے کی جاتی تھی۔ پندرھویں صدی کے آکری تہائی زمانے سے لے کر خود اپنے زمانے تک زمین سے زراعت پیشہ آبادی کی بے دخلی کی ہولناکیوں سے سر ایف ایم ایڈن جس طرح بیزار ہیں، اس عمل سے جو سرمایہ دارانہ زراعت اور " مزروعہ اور چراگاہی زمین کے درمیان موزوں تناسب" قائم کرنے کے لئے "ضروری" اس عمل سے جس اطمینان کے ساتھ وہ لطف اندوز ہوتے ہیں اسی معاشی دور اندیشی کا وہ مگر، اشیا سازی کے استحصال کو فیکٹری کے استحصال میں تبدیل ہونے کے لئے بچوں کے چرائے جانے اور بچوں کو حلقہ بگوش کرنے کی ضرورت کے سلسلے میں اور سرمائے اور قوت محنت کے درمیان" صحیح تعلق" کے قیام کے لئے اظہار نہیں کرتے وہ کہتے ہیں:" غالباً اس بات پر غور کرنا لوگوں کی توجہ کے قابل ہو کہ اشیا سازی کا کوئی کارکانہ جس کو کامیابی کے ساتھ چلانے کے لئے، ضرورت ہوتی ہے کہ جھونپڑوں اور کارگاہوں کو غریب بچوں کی خاطر مسمار کر دیا جائے؛ یہ کہ ان کو باری باری رات کے زیادہ عرصے کام پر لگایا جائے اور وہ آرام ان سے چھین لیا جائے، جو اگرچہ سب ہی کے لئے ناگزیر رہتا ہے، مگر بچوں کے لئے سب سے زیادہ؛ اور یہ کہ دونوں جنسوں کے مختلف عمروں اور رجحانوں کے بہت سے افراد کو اس طرح سے ایک ساتھ جمع کرنا چاہئے کہ مثال کے متعدی اثر کے تحت اوباشی اور عیاشی کے علاوہ اور کوئی انجام نہ ہو سکے؛ آیا وہ انفرادی یا قومی مسرت و شادمانی میں اضافہ کرے گا؟"

فلڈین کہتے ہیں:" ڈربی شائر، ناٹنگھم شائر اور زیادہ خصوصیت کے ساتھ لنکا شائر میں ان بڑی بڑی فیکٹریوں میں نئی نئی ایجاد ہونے والی مشینیں لگائی گئیں جو ایسے چشموں کے کنارے تعمیر کی گئی ہیں جو آبی پہیوں کو چلا سکتے ہیں۔ ان مقامات پر جو شہروں سے دور واقع تھے، اچانک ہزاروں لوگوں کی ضرورت اور خاص طور سے لنکا

شائر کو جواب تک نسبتاً چھدرا چھدرا آباد اور زیادہ بنجر تھا، اب صرف آبادی ہی کی ضرورت باقی رہ گئی تھی۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کی ننھی اور پھرتیلی انگلیوں کی مقابلتاً بہت ہی زیادہ مانگ تھی، اس لئے فوراً ہی لندن، برمنگھم اور دوسری جگہوں کے حلقوں کی مختلف کارگاہوں سے شاگرد حاصل کرنے کا رواج پیدا ہو گیا۔ کئی کئی ہزار یہ ننھی ننھی بد نصیب مخلوق جس کی عمر سات سے تیرہ، چودہ برس تک کی ہوا کرتی تھی، شمال کی طرف بھیجی جانے لگی۔ رواج یہ تھا کہ شاگردوں کو مالک ہی کپڑے پہناتا، کھانے کو دیتا اور فیکٹری کے قریب "شاگرد گھروں" میں ان کو رکھتا۔ کاموں کی نگہداشت کے لئے نگراں مقرر کئے جاتے جن کا مفاد بچوں سے زیادہ سے زیادہ کام نکلوانے سے وابستہ ہوتا کیونکہ ان کی تنخواہ اس کام کی مقدار کے تناسب سے ہوتی جو وہ ان سے جبراً کرا سکتے، نتیجہ ظاہر ہے کی بے رحمی ہوتا... اشیاسازی کے مرکزوں کے بہت سے علاقوں میں لیکن خاص طور سے، اس قصور وار صوبے میں جس کا میں رہنے والا ہوں (لنکا شائر) دل ہلا دینے والے مظالم اس بے ضرر اور بے یارومددگار مخلوق پر کئے جاتے تھے؛ بے حد مشقت سے ان کو پریشان کر کے گور سے لگا دیا جاتا... کوڑے لگائے جاتے، زنجیروں سے باندھ دیا جاتا اور انتہائی کربناک مقطع سنگ دلی سے ایذائیں پہنچائی جاتیں... بہت سی صورتوں میں ان سے اتنے فاقے کرائے جاتے کہ ہڈیاں نکل آتیں اور کوڑے مار مار کر کام پر لے جایا جاتا یہاں تک کہ بعض صورتوں میں... وہ تنگ آ کر اقدام خودکشی کر بیٹھتے... ڈربی شائر، ناٹنگھم شائر اور لنکا شائر کی حسین اور رومان انگیز وادیاں جو لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ تھیں ایذا رسانیوں اور خون ناحق کے وحشت انگیز ویرانوں میں بدل گئیں۔ اشیاسازوں کے منافعے زبردست تھے۔ مگر جس بھوک کو اسے تسکین دے دینی چاہئے تھی اس نے اس میں اور اضافہ ہی کر دیا؛ اور اس لئے اشیاسازی کے مرکزوں کے مالکوں نے اس طریقے کا سہارا لیا جو معلوم ہوتا تھا کہ ان کو لا انتہا منافع فراہم کرتا رہے گا؛ انہوں نے جسے اصطلاح میں "رات پالی" قرار دیا گیا، شروع کر دی یعنی مزدوروں کے ایک جتھے سے سارا دن کام لے لے کر تھکا دینے کے بعد دوسرے تازہ دم جتھے کو رات بھر کام کرنے کو لے لیا۔ دن والے انہیں بستروں میں جا گھستے جن میں سے رات والے ابھی نکل کر گئے تھے اور اپنی باری میں رات والوں کو پھر وہی بستر مل جاتے جن میں سے دن کی پالی والے صبح کو نکل کر گئے ہوتے۔ لنکا شائر میں عام کہاوت ہے کہ بستر کبھی ٹھنڈے نہیں ہوتے۔" (63)

اشیاسازی کے زمانے میں سرمایہ دارانہ پیداوار کی نشو ونما اور ترقی کے ساتھ یورپ کی رائے عامہ کی غیرت اور ضمیر کی بیداری کا بچا کھچا حصہ بھی ختم ہو چکا تھا۔ سرمایہ دارانہ جمع کے ذریعہ کی حیثیت سے کام آنے والی ہر بدنامی کے بارے میں قومیں بدخوئی کے ساتھ ڈینگیں ہانکنے لگیں۔ مثلاً سر برآوردہ اے۔ اینڈرسن کا سادہ لوحی پر مبنی "روزنامچہ تجارت" انگلستانی فن انصرام ریاست کے ڈھول اس بات پر پیٹے گئے ہیں کہ صلح نامہ اتریخت میں

انگلستان نے اسپینیوں سے معاہدہ آسینٹو (ان معاہدوں کا نام جن کے تحت سولہویں، سترہویں اور اٹھارویں صدیوں میں اسپین غیر ریاستوں اور نجی طور پر لوگوں کو اپنے امریکی مقبوضات سے نیگرو تجارت کرنے کی مراعات دیا کرتا تھا۔) کے بموجب نیگرو تجارت کا اختیار حاصل کرلیا جو کہ ان دنوں افریقہ اور انگلستانی جزائر غرب الہند کے درمیان ہوتی تھی، افریقہ اور اسپینی امریکہ کے درمیان بھی۔ اس طرح سے انگلستان نے اسپینی امریکہ کو 1743 تک 4800 نیگرو سالانہ فراہم کرنے کا حق حاصل کرلیا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ اس نے برطانوی غیر قانونی تجارت پر سرکاری پردہ بھی ڈال دیا تھا۔ غلاموں کی تجارت پر لیورپول چربی چڑھا کر موٹا ہوتا رہا۔ یہ اس کا زمانہ قدیم کی جمع کا طریقہ تھا۔ اور آج تلک لیورپول کے " شرفا " غلاموں کی تجارت کے گن گایا کرتے ہیں جو آئیکن (1795) کی تصنیف سے جس کا پہلے حوالہ دیا جا چکا ہے، موازنہ کیجئے۔ جرات آزما، مہم جوئی کے مترادف ہوگئی ہے، جس نے لیورپول کی تجارت کی کرداری خصوصیات حاصل کر لی ہے اور تیز رفتاری سے اس کو موجودہ خوش حالی کی حیثیت تک پہنچا دیا ہے؛ جہاز رانی اور ملاحوں کو بڑے پیانے پر کام دینے کا باعث بنی اور ملک کی اشیا سازی کی مصنوعات کی مانگ میں بڑا اضافہ کیا ہے، صفحہ 339۔ غلاموں کی تجارت میں لیورپول نے 1703 میں 15 جہاز کام پر لگائے، 1751 میں 53، 1760 میں 74، 1770 میں 96 اور 1792 میں 132۔

انگلستان میں تو سوتی کپڑے کی صنعت نے بچوں کو غلام بنانے کو رواج دیا، ریاستہائے متحدہ میں اس نے سابقہ، کم وبیش کلیسائی غلامی کو کاروباری استحصال کے ایک نظام میں تبدیل کرنے کو بڑھاوا دیا۔ درحقیقت یورپ میں اجرتی مزدوروں کی ڈھکی چھپی غلامی کو اپنی چوکی کے لئے نئی دنیا میں صاف اور سادہ غلامی کی ضرورت تھی۔(64)

سرمایہ دارانہ طرز پیداوار کے "لازوال قوانین قدرت" نافذ کرنے کے لئے، مزدوروں اور مزدوری کے حالات کے درمیان علیحدگی لانے کے عمل کی تکمیل کے لئے، ایک طرف تو پیداوار اور روزگار کے سماجی ذرائع کو سرمائے میں تبدیل کرکے، دوسری طرف، مقابل سرے پر عوام الناس کو اجرتی مزدوروں میں جدید سماج کی مصنوعی پیداوار" آزاد محنت کش غریب" میں تبدیل کرنے کے لئے یہ ساری تکلیفیں اٹھانی ضروری تھیں (65)۔ اگر بقول آگئیر (66) مال وزر "دنیا میں جب آتا ہے تو اس کا ایک رخسار پیدائشی خون آلود ہوتا ہے" تو سرمایہ جب آتا ہے تو اس کے سر سے پاؤں تک، ایک ایک مسام سے خون اور غلاظت ٹپکتی ہوئی ہوتی ہے۔(67)

## سرمایہ دارانہ جمع کا تواریخی رجحان

سرمائے کی زمانہ قدیم کی جمع، یعنی اس کی تواریخی ابتدا تبدیل ہو کر کیا صورت اختیار کر لیتی ہے؟ چونکہ یہ غلاموں اور زرخرید کسانوں کی اجرتی مزدوروں میں فوری تبدیلی نہیں ہے اور اس لئے محض ہیئتی تبدیلی نہیں ہے، چنانچہ اس کے معنی براہ راست پیداوار حاصل کرنے والوں کی بے دخلی ہے یعنی مالک کی محنت پر مبنی نجی املاک کا خاتمہ۔ نجی املاک، بمقابلہ سماجی، اجتماعی املاک، صرف وہاں ہوتی ہیں جہاں ذرائع محنت اور محنت کے خارجی حالات نجی افراد کے قبضہ قدرت میں ہوتے ہیں۔ لیکن نجی افراد مزدور ہیں یا مزدور نہیں، اس کے مطابق نجی املاک کی مختلف خاصیتیں ہوا کرتی ہیں۔ پہلی نظر میں اس کے جو بے شمار رنگ دکھائے دیتے ہیں وہ ان درمیانی مرحلوں سے مطابقت رکھتے ہیں جو ان دونوں سروں کے درمیان واقع ہوتے ہیں۔ ذرائع پیداوار کی شکل میں مزدور کی نجی املاک چھوٹی موٹی صنعت، پھر سماجی پیداوار کی اور خود مزدور کی آزاد انفرادیت کی نشوونما کی ایک لازمی شرط ہوتی ہے پیداوار کی یہ چھوٹی موٹی صورت بلاشبہ غلامی، زرخرید کسانوں کے نظام اور محکومیت کی دوسری حالتوں کے تحت بھی موجودہ رہتی ہے۔ لیکن جہاں مزدور اپنے ذرائع محنت کا خود نجی مالک ہوتا ہے اور خود ہی ان سے کام لیتا ہے وہیں اس کو فروغ حاصل ہوتا ہے، وہیں اس کو مناسب ٹکسالی صورت حاصل ہوتی ہے: اس زمین کا کسان جسے وہ خود جوتتا ہو اس اوزار کا دستکار جسے وہ چابکدستی سے استعمال کرتا ہو۔ یہ طریقہ پیداوار زمین کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کو اور پیداوار کے دوسرے ذرائع پھیلے ہوئے ہونے کو پہلے ہی سے موجود تصور کر لیتا ہے چونکہ وہ ذرائع پیداوار کے ایک جگہ مرکوز ہونے کو خارج رکھتا ہے، اسی طرح سے وہ تعاون کو، پیداوار کے ہر علیحدہ عمل کے اندر تقسیم محنت کو، سماج کے ذریعے قدرت کی قوتوں پر نظم وضبط اور پیداوار دینے والے اس کے استعمال کو اور سماجی پیداواری کی آزادانہ نشونما اور ترقی کو بھی خارج کر دیتا ہے۔ یہ صرف ایک ایسے نظام پیداوار اور ایسے سماج کے لئے موزوں ہوتا ہے جو تنگ اور کم وبیش اور زمانہ قدیم کے حدود میں سرگرم عمل ہو۔ اس کو دائمی بنانا، جیسے کہ پیکور نے بجا طور پر کہا ہے، "عالمگیر معمولی پن کو نافذ کرنے" کے مترادف ہوگا۔ ارتقا کی ایک منزل میں وہ خود اپنے تحلیل ہو جانے کے مادی وسائل کو جنم دیتا ہے۔ اس لمحے سے سماج کے سینے میں نئی قوتیں اور نئے جذبات موجزن ہو جاتے ہیں؛ لیکن پرانی سماجی تنظیم ان کو بیڑیاں پہنا دیتی ہے اور دبائے رکھتی ہے۔ اس کو نیست ونابود کرنا ضروری ہوتا ہے؛ وہ نیست ونابود ہو جاتا ہے۔ اس کا نیست ونابود ہونا، انفرادی اور منتشر ذرائع پیداوار کا سماجی اعتبار سے مرکوز ذرائع پیداوار میں۔ بہت سوں کی مختصر املاک کا چند کی بہت بڑی املاک میں تبدیل ہو جانا، زمین سے، روزی کے ذرائع سے اور محنت کے ذرائع سے لوگوں کے انبوہ کثیر کا بے دخل کر دیا جانا، عوام الناس کی یہ خوفناک اور تکلیف دہ بے دخلی سرمائے کی تاریخ کے حرف اول کا ایک جزو ہے۔ یہ جبری طریوں کے ایک سلسلے پر مشتمل ہے جن میں سے ہم نے صرف ان کا

ایک سرسری سا جائزہ لیا ہے جو زمانہ قدیم کے سرمائے کی جمع کے عہد آفرین طریقے رہے ہیں۔ براہ راست پیداوار حاصل کرنے والوں کی بے دخلی نہایت بے درد تہذیب سوزی کے ساتھ اور انتہائی بدنام، انتہائی تنگدل، چھچھورے، انتہائی کمینہ پن کے قابل نفرت جذبات کی تحریک پر کی گئی۔ خود کمائی ہوئی نجی املاک کو، یعنی الگ تھلگ، خودمختار محنت کرنے والے فرد کو اس کی محنت کے حالات میں، گویا مدغم کرنے پر مبنی ہوتی ہے، اکھاڑ کر اس کی جگہ سرمایہ دارانہ نجی املاک کو نصب کر دیا جاتا ہے، جو دوسروں کی نام چارے کو آزاد محنت پر یعنی اجرتی محنت پر (68) مبنی ہوتی ہے۔

جیسے ہی تغیر و تبدل کا یہ عمل پرانے سماج کو ایڑی سے چوٹی تک کافی گلا سڑا چکتا ہے، جیسے ہی مزدور پرولتاریوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں، ان کے ذرائع محنت سرمائے میں، جیسے ہی سرمایہ دارانہ طریقہ پیداوار اپنے پیروں پر کھڑا ہو جاتا ہے، ویسے ہی محنت کو مزید سماجی بنانے کا عمل اور زمین اور دوسرے ذرائع پیداوار کا سماجی طور پر استحصال کی جانے چیزیں اور اس لئے، مشترک ذرائع پیداوار میں مزید تبدیلی کرنے کا عمل نیز نجی مالکان کو مزید بے دخل کرنے کا عمل، ایک نئی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اب جسے بے دخل کرنا ہوتا ہے وہ خود اپنے لئے کام کرنے والا محنت کش نہیں، بلکہ بہت سے محنت کشوں کا استحصال کرنے والا سرمایہ دار ہوتا ہے۔ اس بے دخلی کی خود سرمایہ دارانہ پیداوار کے طبعی قوانین کے عمل سے، سرمائے کے مرکوز ہونے میں تکمیل ہوتی ہے۔ ایک سرمایہ دار ہمیشہ بہت سوں کو مار ڈالتا ہے۔ اس ارتکاز کے ساتھ ہی ساتھ یا چند کے ہاتھوں بہت سے سرمایہ داروں کی اس بے دخلی کے ساتھ ہی روز افزوں پیمانے پر محنت کے عمل کی امداد باہمی کی صورت کی، سائنس سے شعوری طور پر ٹکنیکی استفادے کی، زمین کی ایک نظام کے مطابق کاشت کی، محنت کے آلات کی صرف ایسے آلات محنت میں تبدیلی کی جو صرف مشترکہ طور پر استعمال ہو سکتے ہوں پیداوار کے تمام ذرائع کی ملی ہوئی، سماجی صورت میں بدلی ہوئی محنت کے ذرائع کی طرح استعمال سے کفایت کی تمام قوموں کے عالمی منڈی کے جال میں پھنس جانے اور اس کے ساتھ سرمایہ دارانہ حکمرانی کے بین الاقوامی کردار کی نشوونما ہوتی ہے۔ سرمائے کے بڑے لوگوں کی جو تغیر و تبدل کے اس عمل کے تمام فائدوں کو خود ہی ہڑپ کر جاتے اور اپنا اجارہ قائم کر لیتے ہیں، تعداد میں متواتر کمی کے ساتھ ساتھ، مصیبت، استبداد، غلامی، ذلت، استحصال کا ڈھیر بڑھ جاتا ہے مگر اس کے ساتھ مزدور طبقے کی اس طبقے کی جو تعداد میں ہمیشہ بڑھتا رہتا ہے اور جو نظم و ضبط کا پابند متحد ہوتا ہے وہ خود سرمایہ دارانہ پیداوار کے عمل کی مشینری کے ذریعے ہی منظم ہوتا ہے، بغاوت بھی بڑھتی رہتی ہے۔ سرمائے کی اجارہ داری اس طرز پیداوار کی بیڑی بن جاتی ہے جو اس کے ساتھ ہی ساتھ اور اس کے ماتحت؛ پیدا ہوئی اور پروان چڑھی تھی۔ ذرائع پیداوار کا ایک مرکز پر جمع ہونا اور محنت کا سماجی صورت اختیار کرنا آخرکار ایک ایسے نکتے پر پہنچ جاتے ہیں کہ وہ اپنے سرمایہ دارانہ خول میں سما نہیں پاتے۔

یہ خول پھٹ پڑتا ہے۔ سرمایہ دارانہ نجی املاک کا وقت آخر آن پہنچتا ہے۔ بے دخل کرنے والے بے دخل کر دئے جاتے ہیں۔ قبضہ مالکانہ جمانے کی سرمایہ دارانہ طرز، جو سرمایہ دارنہ طرز پیداوار کا نتیجہ ہوتی ہے، سرمایہ دارانہ نجی ملکیت کو جنم دیتی ہے یہ انفرادی نجی ملکیت کی جو مالک کی محنت پر مبنی ہوا کرتی، پہلی نفی ہے۔ لیکن سرمایہ دارانہ پیداوار، قدرت کے قانون جیسی سنگدلی کے ساتھ خود اپنی نفی پیدا کرتی ہے۔ یہ نفی کی نفی ہے۔ یہ پیداوار حاصل کرنے والے کے لئے نجی ملکیت پھر سے قائم نہیں کرتی لیکن سرمایہ دارانہ دور کی حاصل کی ہوئی چیزوں پر یعنی تعاون پر اور ذرائع پیداوار پر مشترکہ قبضہ ہونے پر مبنی انفرادی املاک مہیا کرتی ہے۔

انفرادی محنت سے ظہور میں آنے والی بکھری ہوئی نجی املاک کو سرمایہ دارانہ نجی املاک میں تبدیل کرنا، قدرتی طور پر ایک ایسا عمل ہے جو سرمایہ دارانہ نجی املاک کے تغیر و تبدل کی بہ نسبت، جو عملاً سماجی طور پر کی ہوئی پیداوار کا سہارا لئے ہوئے ہوتی ہے، سماجی طور پر کی ہوئی املاک میں تبدیل کرنے کی بہ نسبت زیادہ لمبا کھنچا ہوا، تشدد آمیز اور مشکل عمل ہوا کرتا ہے۔ اول الذکر صورت میں چند غاصبوں نے عوام الناس کو بے دخل کر دیا تھا، موخر الذکر میں ہمیں عوام الناس کے ہاتھوں چند غاصبوں کی بے دخلی ملتی ہے۔ (69)

## آبادکاری کا جدید نظریہ

سیاسی معاشیات اصول کے اعتبار سے دو نہایت ہی مختلف قسموں کی نجی املاک کو، جن میں سے ایک تو اشیا پیدا کرنے والے کی خود اپنی محنت سے کام لینے پر، باہم غلط ملط کر دیتی ہے۔ وہ بھول جاتی ہے کہ موخر الذکر نہ صرف اول الذکر کی براہ راست ضد ہے بلکہ صرف اس کی قبر پر ہی قطعی نشو نما حاصل کرتی ہے۔ مغربی یورپ میں، جو سیاسی معاشیات کا گھر ہے، زمانہ قدیم کا عمل کم و بیش مکمل ہو گیا ہے۔ یہاں سرمایہ دارانہ نظام حکومت نے یا تو قومی پیداوار کی پوری مملکت کو براہ راست فتح کر لیا ہے یا، جہاں معاشی حالات کم نشو و نما پائے ہوئے ہیں، وہ کم از کم بالواسطہ سماج کے ان طبقوں کو، جو اگرچہ متروک طرز پیداوار سے تعلق رکھتے ہیں، اس کے پہلو بہ پہلو بتدریج فنا ہونے کی کیفیت میں، باقی رہ جاتے ہیں۔ سرمائے کی اس بنی بنائی دنیا پر، سیاسی معاشیات داں، سرمایہ داری سے پہلے کی دنیا سے ورثے میں ملے ہوئے قانون کے اور املاک کے تصورات کا اطلاق اتنے ہی زیادہ پر شوق شد و مد سے اور اتنے ہی زیادہ جوش و خروش سے کرتا ہے جتنے زیادہ زور سے حقائق اس کے نظریے کی مخالفت میں آواز بلند کرتے ہیں۔ نو آبادیوں میں صورت دوسری ہے۔ وہاں سرمایہ دارانہ نظام حکومت ہر جگہ پیداوار حاصل کرنے والے کی مخالفت سے ٹکراتا ہے جو اپنی محنت کے حالات کا مالک ہونے کی حیثیت سے، اس محنت کو سرمایہ دار کے

بجائے اپنے آپ کو دولت مند بنانے کے لیے کام میں لاتا ہے ان دو برعکس مخالف معاشی نظاموں کا تضاد یہاں دونوں کے درمیان عملاً جدوجہد میں ظاہر ہوتا ہے۔ جہاں سرمایہ دار کی پشت پر اس کے اپنے وطن کی طاقت ہوتی ہے وہاں وہ پیداوار حاصل کرنے والے کی خودمختارانہ محنت پر مبنی، پیداوار اور ملکیت کے طور طریق اپنے راستے سے بزور قوت ہٹانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہی مفاد جو سرمائے کی چاپلوسی کرنے والے، سیاسی معاشیات دان، کو اپنے وطن میں سرمایہ دارانہ طرز پیداوار کو اس کے برعکس سے نظریاتی یکسانیت کا اعلان کرنے پر مجبور کرتا ہے، ٹھیک وہی مفاد نوآبادیوں میں اس کو مجبور کرتا ہے کہ صاف صاف اقرار کرے اور پیداوار کے دونوں طریقوں کے تضاد کا بہ آواز بلند اعلان کرے۔ اس غرض سے وہ ثابت کرتا ہے کہ کس طرح محنت کی سماجی پیداواری قوت کا ارتقا، تعاون، تقویم محنت، بڑے پیمانے پر مشینوں کا استعمال وغیرہ مزدوروں کی بے دخلی، اور ان کے ذرائع پیداوار کو اسی حساب سے سرمائے میں تبدیل کئے بغیر ناممکن ہیں۔ نام نہاد قومی دولت کے مفاد میں وہ لوگوں کی مفلسی کی ضمانت کرنے کے مصنوعی ذرائع تلاش کرتا ہے۔ کہاں اس کا تائیدی زرہ بکتر، گلی ہوئی سوختہ لکڑی کی طرح ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جاتا ہے۔ ای۔ جی۔ ویکفیلڈ کا نوآبادیوں (71) کے متعلق نئی کوئی چیز نہیں، بلکہ نوآبادیوں کے اندر اپنے وطن کی سرمایہ دارانہ پیداوار کے حالات کے بارے میں حقیقت کو دریافت کر لینا بڑی خوبی ہے۔ جس طرح کے تحفظ کے نظام نے ابتدائی طور پر (72) وطن میں سرمایہ دار مصنوعی طور پر بنانے کی کوشش کی تھی، اسی طرح سے ویکفیلڈ کے نوآبادکاری کے نظریئے نے، جسے کچھ عرصے تک انگلستان نے پارلیمنٹ کے قوانین کے ذریعے نافذ کرنے کی کوشش کی تھی، نوآبادیوں میں اجرتی مزدور گھڑنے کی کوشش کی۔ اس کو وہ "باقاعدہ منظم آبادکاری" کہتے ہیں۔

سب سے پہلے ویکفیلڈ نے دریافت کیا کہ نوآبادیوں میں نقد صورت میں، ذرائع آمدنی، مشینوں اور دوسرے ذرائع پیداوار کی شکل میں املاک آدمی پر اس وقت تک ابھی سرمایہ دار کا ٹھپہ نہیں لگوا سکتیں جب تک کہ اس کا ملزوم_ اجرتی مزدور، وہ دوسرا آدمی نہ ہو جو اپنے آپ کو خود اپنی آزادانہ مرضی کے مطابق فروخت کرنے کو مجبور ہو۔ انہوں نے دریافت کیا کہ سرمایہ کوئی چیز نہیں بلکہ افراد کے درمیان ایک سماجی تعلق ہے، جسے بعض ذرائع نے قائم کیا ہے (73)۔ وہ ٹھنڈا سانس بھر کر کہتے ہیں کہ مسٹر پیل اپنے ساتھ انگلستان سے مغربی آسٹریلیا میں واقع دریائے سوان کے ساحل پر پچاس ہزار پاؤنڈ کی مالیت کا سامان خورد و نوش اور ذرائع پیداوار لے گئے۔ اس کے علاوہ مسٹر پیل اتنے دوراندیش بھی تھے کہ مزدور طبقے کے تین ہزار افراد مرد، عورتوں اور بچوں کو بھی اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ منزل مقصود پر پہنچتے ہی مسٹر پیل کے پاس ایک ملازم اتنا نہیں بچا کہ جوان کا بستر کرتا یا دریا سے ان کے لئے پانی لے آتا۔" (74) بیچارے مسٹر پیل کہ جنھوں نے ہر چیز کا بندوبست کیا سوائے دریائے سوان پر پیداوار کی انگلستانی طرزوں کو برآمد کرنے کے!

ویکفیلڈ کی مندرجہ ذیل دریافتوں کو سمجھنے کے لئے، دو تمہیدی باتیں: ہم جانتے ہیں کہ ذرائع پیداوار و معاش جب تک براہ راست پیداوار حاصل کرنے والے کی ملکیت رہتے ہیں، سرمایہ نہیں ہوتے۔ وہ سرمایہ صرف ان ہی حالات کے تحت ہو جاتے ہیں جن میں وہ ساتھ ہی ساتھ مزدوروں کے استحصال اور محکومیت کا ذریعہ بھی ہو جاتے ہیں۔ لیکن سیاسی معاشیات دان کے ذہن میں ان کی یہ سرمایہ دارانہ روح مادی شے سے اس قدر قریبی طور پر وابستہ ہوتی ہے کہ وہ ان کو تمام صورت حالات میں، ان میں بھی جبکہ وہ اس کے قطعی برعکس ہوتے ہیں، سرمائے کا نام دیے دیتا ہے۔ یہی حالت ویکفیلڈ کی ہے۔ مزید یہ کہ: بہت سے خود مختار مزدوروں کی جو خود اپنے حسابوں کام کرتے ہوں، انفرادی املاک کے ذرائع پیداوار میں تقسیم کو وہ سرمائے کی مساوی تقسیم کہتے ہیں۔ سیاسی معاشیات کے ساتھ وہی ہوتا ہے جو جاگیرداری کے دلدادہ قانون دان کے ساتھ ہوتا ہے۔ موخر الذکر نے خالص مالی تعلقات پر وہ نام چسپاں کر دئے جو جاگیردارانہ قانون نے مہیا کئے تھے۔

ویکفیلڈ کہتے ہیں کہ "اگر سماج کے تمام اراکین کو سرمائے کے برابر کے حصے کی ملکیت رکھنے والا تصور کر لیا جائے... تو کسی بھی شخص کو تحریک نہیں ہوگی کہ وہ اس سے زیادہ سرمایہ جمع کرے جتنا کہ وہ خود اپنے ہاتھوں سے خرچ کر سکے۔ نئی امریکی بستیوں میں کسی حد تک یہی صورت حال ہی جہاں زمین کی ملکیت کا پر جوش شوق اجرت پر حاصل ہونے والے مزدوروں کے زمرے کے وجود میں مانع ہوتا ہے۔" (75) چنانچہ جب تلک مزدور اپنے لئے سرمایہ دارانہ جمع حاصل کر سکتا ہے۔ اور یہ وہ اس وقت تک کر سکتا ہے جب تک کہ وہ ذرائع پیداوار کا مالک رہے سرمایہ دارانہ جمع اور سرمایہ دارانہ طرز پیداوار ناممکن ہیں۔ اجرتی مزدوروں کے طبقے کا، جو ان کے لئے ضرور ہے، فقدان ہوتا ہے۔ تو پھر پرانے یورپ میں مزدور کی بقائے باہم سے، بے دخلی کس طرح انجام دی گئی؟ قطعی نئی وضع کے سماجی اقرار نامے سے۔ "نوع انسانی نے... سرمائے کی جمع کو فروغ دینے ایک آسان ترکیب... اختیار کرتی ہے" جو بلاشبہ حضرت آدم کے زمانے سے اس کے تصور میں اپنے وجود کے قطعی انجام کی حیثیت سے پھر رہی ہے: "یہ تقسیم رضا و رغبت سے ہوئی ہے" (76)۔ مختصر یہ کہ نوع انسانی کے ایک جم غفیر نے "سرمائے کی جمع" کے اعزاز میں اپنے آپ کو بے دخل کرا دیا۔ اب، ممکن ہے کوئی سوچے، کہ والہانہ ایثار کے اس جذبے کا نو آبادیوں میں خاص طور پر پورے زور شور سے اظہار ہوگا کیونکہ صرف وہیں ایسے لوگ اور حالات ہوتے ہیں جو ایک سماجی اقرار نامے کو خواب سے حقیقت میں بدل سکتے ہیں۔ لیکن پھر "منظم نو آبادکاری" کو اپنے برعکس کی، بلا ارادہ، غیر منضبط نو آبادکاری کی جگہ لینے کو کیوں طلب کیا جائے؟ لیکن۔۔لیکن۔۔"امریکی وفاق کی شمالی ریاستوں میں، اس میں بھی شک ہوگا کہ سارے لوگوں کا دسواں حصہ بھی اجرتی مزدوروں کی تعریف میں آسکے گا... انگلستان میں... محنت کش طبقہ لوگوں کے بہت بڑے حصے کی تشکیل کرتا ہے" (77)۔ نہیں، اپنے آپ کو بے دخل

کردینے کا جذبہ، محنت کش نوع انسانی کا سرمائے کی شان دوبالا کرنے کی غرض سے، اس قدر قلیل مقدار میں موجود ہے کہ خود ویکفیلڈ کے قول کے مطابق، نوآبادکاری محض ایک کام چلاؤ ترکیب ہے، کیونکہ بدقسمتی سے واسطہ آزاد لوگوں سے ہے، غلاموں سے نہیں، "سینٹ دومنگو میں جا کر آباد ہونے والے سب سے پہلے اسپینیوں نے مزدور اسپین سے نہیں منگوائے تھے۔ لیکن مزدوروں کے بغیر ان کا سرمایہ ختم ہوگیا ہوتا، یا، کم از کم، جلد ہی گھٹ کر اتنی قلیل مقدار میں رہ گیا ہوتا کہ جو ہر شخص انفرادی طور پر کام میں لگا سکتا۔ انگریزوں کی آباد کی ہوئی آخری نو آبادی۔ دریائے سوان کی بستی ۔۔ میں واقعی ایسا ہوا، کہ جہاں ڈھیروں سرمایہ، بیج، آلات زراعت، مویشی، ایسی استعمال میں لانے والے مزدوروں کی قلت کے باعث برباد ہو گئے اور جہاں جا کر بسنے والا کوئی فرد بھی اس سے زیادہ سرمایہ محفوظ نہیں رکھ سکا جو وہ خود اپنے ہاتھوں سے استعمال میں لا سکا۔(78)

ہم دیکھ چکے ہیں کہ عوام الناس کی زمین سے بے دخلی سرمایہ دارانہ طرز پیداوار کی بنیاد بنتی ہے۔ ایک آزاد نوآبادی کا لب لباب، اس کے برعکس، یہ ہوتا ہے۔ کہ زمین کا بہت بڑا حصہ اب بھی عام لوگوں کی ملکیت ہوتا ہے، اور اس لئے اس پر آباد ہونے والا ہر فرد اس کے ایک حصے کو نجی ملکیت اور پیداوار کے انفرادی ذرائع میں تبدیل کر سکتا ہے، ساتھ ہی بعد میں آ کر آباد ہونے والوں کے راستے میں بغیر کوئی رکاوٹ ڈالے ہوئے (79 )۔ نو آبادیوں کی خوش حالی اور ان کے پرانے عیب۔ سرمائے کے قیام کی مخالفت، دونوں کا یہی راز ہے۔ "جہاں زمین بہت ہی سستی ہے اور تمام لوگ آزاد ہیں، جہاں ہر شخص اگر چاہے تو اپنے لئے قطعہ اراضی بہ آسانی حاصل کر سکتا ہے، نہ صرف مزدوری، پیداوار میں مزدور کے حصے کے اعتبار سے بڑی مہنگی ہے، بلکہ کسی قیمت پر مشترکہ مزدور حاصل کرنا بھی مشکل ہے۔"(80)

چونکہ نوآبادیوں میں مزدورں کو محنت کے حالات اور ان کی جڑ یعنی زمین سے علیحدگی کا ابھی تک کوئی وجود نہیں ہے یا محض کہیں کہیں، بہت ہی محدود پیانے پر ہے، اس لئے نہ تو صنعت سے زراعت کو علیحدہ کرنے کا وجود نہیں ہے یا محض کہیں کہیں، بہت ہی محدود پیانے پر ہے، اسی لئے نہ تو صنعت سے زراعت کو علیحدہ کرنے کا وجود ہوتا ہے نہ کسانوں کی گھریلو صنعت کو تباہ کرنے کا۔ تو پھر سرمائے کے لئے گھریلو منڈی کہاں سے آئے؟" امریکہ کی آبادی کا کوئی حصہ قطعی طور پر زراعت پیشہ نہیں ہے، سوائے غلاموں اور ان کو ملازم رکھنے والوں کے جو مخصوص کاموں میں سرمائے اور محنت کو ملا لیتے ہیں۔ آزاد امریکی جو زمین کی کاشت کرتے ہیں، بہت سے دوسرے پیشے بھی اختیار کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ فرنیچر اور اوزاروں کا ایک حصہ جو وہ استعمال میں لاتے ہیں عموماً ان کا اپنا بنایا ہوا ہوتا ہے۔ اکثر اپنے مکان وہ خود ہی بناتے ہیں اور اپنی صنعت کی پیداوار کو منڈی میں خود ہی لے جاتے خواہ وہ کتنی ہی دور کیوں نہ ہو۔ وہ سوت کاتتے اور کپڑا بنتے ہیں؛ وہ صابن اور موم بتیاں بناتے ہیں، نیز بہت

سی صورتوں میں، اپنے استعمال کے جوتے اور کپڑے بھی۔ امریکہ میں زمین کی کاشت کسی لوہار، آٹا پیسنے کی چکی کے مالک یا دوکاندار کا ثانوی پیشہ ہوا کرتا ہے۔" (81) ان جیسے عجیب وغریب لوگوں کے ہاں سرمایہ داروں کے لئے "ایثار کرنے کا میدان عمل" کہاں ہے؟

سرمایہ دارانہ پیداوار کی بڑی خوبصورتی یہ ہے یہ یہ اجرتی مزدوروں کو متواتر پھر سے اجرتی مزدور بناتی رہتی ہے بلکہ سرمائے کی جمع کی مناسبت سے، اجرتی مزدوروں کی ہمیشہ نسبتاً فاضل آبادی تیار کرتی رہتی ہے اس طرح سے مزدوروں کی رسد اور طلب کے قانون کو صحیح ڈگر پر رکھا جاتا ہے، اجرتوں کی کمی بیشی کو ان حدود میں گھیرے رکھا جاتا ہے جو سرمایہ دارانہ استحصال کے لئے اطمینان بخش ہوں، اور آخری بات یہ کہ سرمایہ دار پر مزدور کا سماجی انحصار، جو ایک ناگزیر ضرورت ہے، محفوظ رہے؛ انحصار کا وہ صریحی تعلق جس کو گھر میں وطن کا، تنگ نظر سیاسی معاشیات دان جادو کے زور سے خریدار اور بیچنے والے کے درمیان، اشیائے تجارت کے برابر کے خودمختار مالکوں، تجارتی سرمائے کے مالک اور تجارتی محنت کے مالک کے درمیان، آزاد اقرارنامے میں بدل سکتا ہے۔ لیکن نوآبادیوں میں یہ حسین تصور پاش پاش ہو جاتا ہے۔ یہاں کل آبادی وطن کی بہ نسبت زیادہ تیزی کے ساتھ بڑھتی ہے کیونکہ اس دنیا میں بہت سے مزدور بنے بنائے بالغوں کی طرح داخل ہوتے ہیں اور پھر بھی مزدور کی رسد اور طلب کا قانون پاش پاش ہو جاتا ہے۔ ایک طرف پرانی دنیا استحصال اور "ایثار" کی پیاس میں سرمایہ متواتر جھونکتی رہتی ہے؛ دوسری طرف اجرتی مزور کی اجرتی مزدوروں کی طرح باقاعدہ تجدید ان رکاوٹوں سے ٹکراتی ہے جو انتہائی بیہودہ اور جزوی طور پر ناقابل تسخیر ہوتی ہیں۔ اجرتی مزدوروں کی پیداوار کا جو سرمائے کی جمع کے تناسب کے اعتبار سے تعداد میں زیادہ ہوتی ہے، کیا بنتا ہے؟ آج کا، اجرتی مزدور کل کا ایک خودمختار کسان، یا دستکار ہوتا ہے جو خود اپنے لئے کام کیا کرتا تھا۔ مزدور منڈی سے غائب ہو جاتا ہے مگر کارگاہ میں جا کر نہیں۔ اجرتی مزدوروں کی خودمختارانہ پیداوار حاصل کرنے والوں میں متواتر تبدیلی، جو سرمائے کے بجائے خود اپنے لئے کام کرتے اور سرمایہ دار حضرات کے بجائے اپنے آپ کو مالدار بناتے ہیں، اپنی باری میں مزدور منڈی کے حالات پر نہایت ناموافق اثر ڈالتا ہے۔ صرف یہی نہیں ہوتا کہ اجرتی مزدور کے استحصال کا درجہ ناشائستہ حد تک کم رہتا ہے۔ اجرتی مزدور تابعداری کے تعلق کو گنوانے کے ساتھ ساتھ روکھن میں پرہیزگار سرمایہ دار پر انحصار کے جذبے کو بھی کھو بیٹھتا ہے۔ یہی وجہ ہے ان تمام زحمتوں کی جو ہمارے ای۔ جی۔ ویکفیلڈ اس قدر جیالے بن کر، اس قدر قادر کلامی کے ساتھ، اس قدر حسرتناک انداز میں پیش کرتے ہیں۔ اجرتی مزدور کی فراہمی کے بارے میں وہ شکایت کرتے ہیں کہ یہ نہ تو متواتر ہے، نہ باقاعدہ، نہ کافی۔ "مزدوروں کی فراہمی ہمیشہ نہ صرف کم بلکہ غیر یقینی ہوتی ہے۔" (82) "سرمایہ دار اور مزدور کے درمیان تقسیم شدہ پیداوار، چاہے زیادہ ہو، مزدور اس قدر بڑا حصہ لیجاتا ہے کہ جلدی ہی وہ بھی سرمایہ دار

بن جاتا ہے...ان میں سے چند بھی جن کی عمریں غیر معمولی طور پر طویل ہوتی ہیں، دولت کے بڑے انبار جمع کر سکتے ہیں۔"(83) مزدور سرمایہ داروں کو اپنی محنت کے زیادہ بڑے حصے کی اجرت دینے کو قربان کرنے کی نہایت واضح طور پر اجازت نہیں دیتے۔ وہ اگر یہ چالاکی کرے کہ یورپ سے خود اپنے اجرتی مزدور خود اپنا سرمایہ صرف کر کے درآمد کرے تو اس سے بھی اس کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ جلد ہی وہ "اجرت پر کام کرنے والے مزدور...نہیں رہ جاتے؛ وہ...اگر مزدور منڈی میں اپنے سابق آقاؤں کے مدمقابل نہیں تو خود مختار مالکان اراضی بن جاتے ہیں۔" (84) اس اندھیر پر تو غور فرمایئے! اعلیٰ درجے کے سرمایہ دار نے خود اپنی نیک کمائی خرچ کر کے یورپ سے خود اپنے مدمقابل مجسم درآمد کر لئے! دنیا کی آخری گھڑی آن پہنچی ہے! کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ ویکفیڈ فریاد کر رہے ہیں کہ نوآبادیوں کے اجرتی مزدوروں میں انحصار اور منحصر رہنے کے تمام جذبات کا فقدان ہے۔ ان ہی کے چیلے، میری ویل، کہتے ہیں کہ اجرتوں کی مہنگائی کے باعث نوآبادیوں میں "زیادہ سستے اور زیادہ فرمانبردار مزدوروں کی فوری ضرورت ہے۔ ایک ایسے طبقے کے لیے کہ جس سے سرمایہ دار اپنی شرائط حکماً منوا سکے، بجائے اس کے کہ وہ اس سے اپنی بات حکماً منوائے...قدیم، تہذیب یافتہ ملکوں میں مزدور، اگرچہ آزاد ہوتا ہے، مگر قانون قدرت کی رو سے سرمایہ داروں کا محکوم؛ نوآبادیوں یہ محکومیت مصنوعی ذرائع سے پیدا کرنی ضروری ہے..."(85)

ویکفیلڈ کے بیان کے بموجب نوآبادیوں میں اب اس افسوسناک صورت حال کا نتیجہ کیا ہوا ہے؟ پیداوار حاصل کرنے والوں اور قومی دولت کا "غیر مہذبانہ رجحان انتشار"(86)۔ بے شمار مالکوں میں جو اپنے حسابوں کام کر رہے ہوں ذرائع پیداوار کو الگ الگ کر کے تقسیم کرنے سے سرمائے کے ایک مرکز پر جمع ہو جانے کے ساتھ ساتھ، مل جل کر کی جانے والی محنت کی تمام بنیادیں بھی ختم ہو جاتی ہیں۔ ہر طویل اور پیچ در پیچ کام، جو کئی برسوں میں پھیلا ہوا ہو، جامد سرمایہ ایک لمحے کی بھی ہچکچاہٹ کے بغیر لگ جاتا ہے کیونکہ مزدور طبقہ اس کا جیتا جاگتا سامان ہے، ہر وقت فاضل، ہر وقت مہیا۔ لیکن نوآبادیوں میں! ویکفیلڈ نے نہایت ہی المناک قصہ سنایا ہے۔ وہ کینیڈا اور ریاست نیویارک کے جہاں آنے والے مہاجرین کی لہر عموماً ٹھہر جاتی ہے اور "فاضل" مزدوروں کا تلچھٹ بچ جایا کرتا ہے، کچھ سرمایہ داروں سے بات چیت کر رہے تھے۔ اس رقت انگیز تمثیل کے کرداروں میں سے ایک کہتا ہے "ہمارا سرمایہ بہت سے عوامل کے لیے جنھیں انجام پانے کے لیے خاصی مدت درکار ہوتی ہے، تیار پڑا تھا؛ لیکن ایسے عوامل ہم ایسے مزدوروں کے ساتھ لے کر شروع نہیں کر سکتے تھے، جو ہم جانتے ہیں کہ جلد ہی ہمیں چھوڑ کر جائیں گے۔ اگر ہمیں یقین ہو کہ ایسے مہاجرین میں سے مزدوروں کو ہم روکے رکھ سکیں گے تو ان کو ہم نے بخوشی ملازمت دے دی ہوتی اور زیادہ شرح اجرت پر، اور اس کو ہم ملازمت اس صورت میں بھی دے دیتے کہ ہمیں معلوم ہوتا کہ وہ ہمیں چھوڑ کر چلے جائیں گے بشرطیکہ ہمیں یقین ہوتا کہ جب کبھی ضرورت ہوگی تازہ رسد مہیا ہو

جائے گی۔"(87)

امریکی کسانوں کی پھیلی ہوئی کاشتکاری سے انگلستانی سرمایہ دارانہ زراعت اور اس کی "ملی جلی" محنت کا جب ویکفیلڈ موازنہ کر چکے تو انہوں نے انجانے میں ہمیں تصویر کا دوسرا رخ دکھایا۔انہوں نے امریکی عوام الناس کو خوش حال، خود مختار، من چلا اور نسبتاً مہذب دکھایا ہے جبکہ "انگریز زراعت پیشہ مزدور مصیبت زدہ بدحال، قلاش ہوتا ہے...سوائے شمالی امریکہ اور بعض نئی آبادیوں کے کسی ملک میں زراعت پیشہ آزاد مزدور کی اجرتیں اس مزدور کو محض زندہ رکھنے کی حد سے زیادہ ہیں؟..انگلستان میں کھیتی باڑی کے گھوڑوں کو، چونکہ وہ قیمتی املاک کی حیثیت رکھتے ہیں،انگریز کسانوں سے بلاشبہ زیادہ اچھا کھلایا پلایا جاسکتا ہے۔"(88) مگر،اس کی ہرگز پرواہ مت کیجئے، قومی دولت،مکرر عرض ہے،اپنی خاصیت ہی کے اعتبار سے،لوگوں کی مصیبت سے ملتی جلتی ہوتی ہے۔

تو پھر نوآبادیوں میں سرمایہ داری کی دشمنی کے سرطان کا علاج کیسے کیا جائے؟اگر لوگ اس بات پر رضامند ہوتے کہ،ایک ہی وار میں،کل اراضی کو عام لوگوں کی ملکیت سے نجی ملکیت میں تبدیل کر دیں تو یقیناً وہ ساری برائی کی جڑ کو ختم کر ڈالتے،مگر ساتھ ہی نوآبادیوں کو بھی۔ترکیب تو یہ معلوم کرنی ہے کہ ایک تیر سے دو شکار کیسے کیے جائیں۔حکومت یہ کرے کہ اجوت زمین کی مصنوعی قیمت، رسد اور طلب کے قانون سے بے نیاز ہو کر، مقرر کرے، وہ قیمت جو مہاجرین کو عرصہ دراز تک اجرت پر کام کرتے رہنے کو مجبور کرے جب کہیں جا کر وہ اتنی رقم کما سکیں جو زمین خریدنے کو کافی ہو اور وہ اپنے آپ کو خود مختار کسان میں تبدیل کریں۔(89) اجرتی مزدوروں کے لیے نسبتاً امتناعی قیمت پر زمین کی فروخت سے جو رقم جمع ہو وہ رقم جو رسد اور طلب کے مقدس قانون کی خلاف ورزی کے ذریعہ مزدوروں کی اجرتوں سے اینٹھ کر جمع ہو، اسے حومت اضافے کے تناسب سے نوآبادیوں میں یورپ سے ناداروں کو درآمد کرنے پر صرف کرے اور اسی طرح سے اجرتی مزدور کی منڈی کو سرمایہ داروں کے لیے لبریز رکھے۔ان حالات کے تحت "سب دنیاؤں سے اچھی اس دنیا میں ہر چیز بھلائی کے لیے ہی ہوگی۔" یہ ہے "باقاعدہ منظم نوآبادکاری" کا بڑا راز۔ویکفیلڈ نعرہ شوق بلند کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس منصوبے کے ذریعے "مزدوروں کی فراہمی لازمی طور پر یکساں اور باقاعدہ ہوگی کیونکہ اول تو چونکہ کوئی بھی مزدور ملازمت سے رقم حاصل کیے بغیر زمین حاصل نہیں کر سکے گا اس لیے سارے مہاجر مزدور ایک مدت تک اجرت پر اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کام کرتے ہوئے اور بھی مزدوروں کو ملازم رکھنے کے لئے سرمایہ پیدا کریں گے؛ دوسرے اس لئے کہ ہر مزدور جو اجرت پر کام کرنا ترک کر کے مالک اراضی بن جائے گا وہ، زمین خرید کر، نوآبادی میں مزدوروں کی تازہ کھیپ لانے کا موقع فراہم کرے گا۔"(90 ) یہ "زمین کی کافی قیمت" اس ریغمال کی خوبصورت الفاظ میں ہیر پھیر کر بات کرنا ہے جو کہ اجرتی مزدور کی منڈی چھوڑ کر زمین پر کام کرنے جانے کے لئے مزدور سرمایہ دار کو ادا کرتا

ہے۔ پہلے تو اسے سرمایہ دار کے لئے "سرمایہ" پیدا کرنا چاہئے جس کی مدد سے موخر الذکر اور بھی مزدوروں کا استحصال کر سکے؛ پھر اسے خود اپنے خرچے پر مزدور منڈی میں اپنا عوضی بلانا چاہئے جسے حکومت اس کے پرانے مالک، سرمایہ دار کے منافع کے لئے سمندر پار سے منگواتی ہے۔

یہ بات بڑی کرداری نوعیت کی ہے کہ برطانوی حکومت "زمانہ قدیم کی جمع" کی اس ترکیب پر جو مسٹر ویکفیلڈ نے خاص طور پر نو آبادیوں میں استعمال کے لئے تجویز کی ہے، برسوں سے عمل کرتی رہی ہے۔ ناکامی یقیناً اتنی ہی مکمل تھی جتنی کہ سر رابرٹ پیل کے قانون بینک کو ہوئی تھی۔ (1844 کے قانون بینک کی طرف اشارہ ہے۔ بینک کے نوٹ سونے میں تبدیل کرنے کے سلسلے میں درپیش آنے والی مشکلوں سے بچنے کے لئے، برطانوی حکومت نے سر رابرٹ پیل کی پیش قدمی کی حمایت تھی اور 1844 میں بینک آف انگلینڈ کی اصلاح کی غرض سے ایک قانون پاس کیا تھا۔ اس کو دو الگ الگ شعبوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا: ایک لینے کا اور دوسرا دینے کا؛ اس کے علاوہ نوٹوں کو بدل کر سونا لینے کے لئے ایک قطعی تناسب مقرر کر دیا گیا تھا۔ ایسے نوٹوں کے اجرا کو جن کی ضمانت سونے سے نہ کی گئی ہو، ایک کروڑ 40 لاکھ پاؤنڈ تک محدود کر دیا گیا تھا۔ لیکن قانون بینک کی دفعات کے باوجود نوٹوں کی مقدار کا دراصل انحصار ضمانت کی حد پر نہیں بلکہ گشت میں نوٹوں کی مانگ پر رہا۔ معاشی بحرانوں کے دوران میں، جب نقدی کی ضرورت خاص طور پر شدید تھی تو برطانوی حکومت نے 1844 کے قانون کو عاضی طور پر معطل کر دیا تھا اور سونے کی ضمانت سے محروم نوٹوں کی مقدار میں اضافہ کر دیا تھا) ہجرت کے تانے کو انگلستانی نو آبادیوں سے ریاستہائے متحدہ کی طرف منتقل کر دیا گیا تھا۔ اس عرصے میں یورپ کی سرمایہ دارانہ ترقی نے جس کے ساتھ ساتھ حکومت کا دباؤ بھی بڑھا، ویکفیلڈ کے نسخے کو بیکار کر دیا ہے۔ ایک طرف تو لوگوں کے زبردست اور لامتناہی سیل رواں نے جو سالہا سال سے امریکہ پر چڑھتا چلا آیا ہے، ریاستہائے متحدہ کے مشرق میں ایک قائم تلچھٹ چھوڑ دی ہے کیونکہ یورپ سے مہاجرین کی آنے والی لہر مزدور منڈی میں لوگوں کو جس تیزی سے پھینکتی ہے اس تیزی سے مغرب کی جانب مہاجرین کی لہر ان کو بہا کر نہیں لے جا پاتی۔ دوسری طرف امریکی خانہ جنگی کے پیچھے پیچھے زبردست قومی قرضہ لے کر آئی اور اس کے ساتھ ہی محصولوں کا دباؤ، نہائت ہی گھٹیا قسم کے مالیاتی روسا کا فروغ، لوگوں کی زمین کے بہت بڑے حصے کی ریلوں، کانوں وغیرہ کے کام میں لانے والی سٹہ باز کمپنیوں کے ہاتھوں لوٹ غرضیکہ سرمائے کو انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ ایک مرکز پر لانے کے عمل کو بھی۔ اس لئے یہ عظیم جمہوریہ مہاجر مزدوروں کے لئے سرزمین موعودہ نہیں رہ گئی ہے۔ سرمایہ دارانہ پیداوار وہاں بہت ہی بڑے بڑے ڈگ بھر کر بڑھتا ہے، حالانکہ اجرتوں کی سطح کا گرنا اور اجرتی مزدور کا انحصار یورپی سطح کے معمول کے مطابق پہنچنا ابھی تک بہت دور ہے۔ غیر مزروعہ نو آبادیاتی زمین بے شرمی کے ساتھ امرا اور سرمایہ داروں کو حکومت کی طرف سے دل

کھول کر دے دئے جانے سے، جس کی ویکفیلڈ تک نے اتنی بلند آواز سے مذمت کی ہے، ان لوگوں کے سیلاب کے ساتھ، جو سونے کی تلاش میں کھنچے چلے آئے ہیں اور اس مقابلے کے ساتھ مل کر جو انگلستان اشیائے تجارت کی درآمد سے چھوٹے سے چھوٹے دستکار تک کو کرنا پڑتا ہے، "محنت کش آبادی کو نسبتاً ضرورت سے زیادہ" کر دیا ہے، خصوصاً آسٹریلیا میں (92) جس کا نتیجہ یہ ہے کہ قریب قریب ہر ڈاک میں "روزگار" کی خبروں میں "آسٹریلیائی مزدور منڈی میں مال کی بھرمار" کی خبریں آتی ہیں اور سہاں بعض مقامات میں پیشہ کمانے کی ہڑبونگ ویسی ہی ہے جیسی کہ لندن کے ہیمارکٹ میں۔

لیکن یہاں ہمارے زیر بحث نو آبادیوں کی حالت نہیں ہے۔ ہمیں جس چیز سے دل چسپی ہے وہ صرف وہ راز ہے جو پرانی دنیا کی سیاسی معاشیات نے نئی دنیا میں دریافت کر لیا ہے اور جس کا برسر عام اعلان کر دیا گیا ہے: سرمایہ دارانہ طرز پیداوار اور جمع اور اس لئے سرمایہ دارانہ نجی ملکیت کی بنیادی شرط خود کمائی جانے والی نجی املاک کا قلع قمع کیا جانا ہے، بہ الفاظ دگر مزدور کی بے دخلی۔

## مصنف کے تشریحی نوٹ

1۔ اٹلی میں جہاں سرمایہ دارانہ پیداوار نے سب سے پہلے نشو نما حاصل کی تھی، زرخرید کسانوں کے نظام کا خاتمہ بھی از یں، شہروں میں اپنا آقا تیار، اپنے لئے منتظر مل گیا جو بیشتر سلطنت روما کے زمانے سے ورثے میں ملتا چلا ور جگہوں سے پہلے شروع ہو گیا تھا۔ اس ملک میں زرخرید کسانوں کو زمین پر کوئی فرمانی حقوق حاصل ہونے سے پہلے ہی آزاد کر دیا گیا تھا۔ نجات نے اس کو فوراً ہی آزاد پرولتاری میں تبدیل کر دیا تھا، جسے، علاوہ آیا تھا۔ جب عالمی منڈی کے انقلاب نے (عالمی منڈی کے انقلاب سے مارکس کی مراد اس حصے میں تیزی کے ساتھ ابتری پیدا ہو جانے سے ہے جو کہ جینوآ، وینس اور شمالی اٹلی کے دوسرے شہر گزرگاہی تجارت میں ادا کیا کرتے تھے۔ یہ پندرہویں صدی کے آخر میں بڑی بڑی جغرافیائی دریافتوں جیسے کہ کیوبا، ہائتی، جزائر بہاما، شمالی امریکہ، افریقہ کے گرد ہو کر ہندوستان کے بحری راستے اور آخر میں جنوبی امریکہ کی دریافت کے نتیجے میں رونما ہوا۔ پندرہویں صدی کے اختتام کے قریب شمالی اٹلی کی تجارتی فضیلت کو ختم کر دیا

تو ایک تحریک مخالف سمت میں شروع ہوئی۔ شہروں کے مزدوروں کو ایک انبوہ کی صورت میں دیہات بھگا دیا گیا اور بہت ہی چھوٹی کاشت کو جو پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئی تھی اور جو باغبانی کی صورت میں کی جاتی تھی، بڑھاوا دیا۔

2۔ چھوٹے زمیندار جو اپنے کھیت خود اپنے ہاتھوں سے جوتا کرتے تھے، اور جنہیں معقول آسودگی حاصل تھی... ان دنوں وہ آج کی بہ نسبت قوم کے کہیں زیادہ اہم حصے کی تشکیل کرتے تھے۔ اگر ہم اس دور کے اعداد و شمار لکھنے والے بہترین اہل قلم پر اعتماد کریں، تو کم از کم... 160000 زمیندار جو اپنے اہل وعیال سمیت پوری آبادی کے ساتویں حصے سے زیادہ کی تشکیل کرتے ہوں گے، اپنی روزی چھوٹے چھوٹے معافی کے علاقوں سے حاصل کیا کرتے تھے۔ ان چھوٹے چھوٹے زمینداروں کی اوسط آمدنی... کا اندازہ 60 اور 70 پاؤنڈ سالانہ کا تھا۔ حساب لگایا گیا تھا کہ جو لوگ خود اپنی زمینیں جوتا کرتے تھے ان کی تعداد دوسروں کی زمینوں پر کاشت کرنے والوں کی بہ نسبت زیادہ تھی۔" میکالے:" تاریخ انگلینڈ" دسواں ایڈیشن۔ 1854، لندن، صفحات 333، 334 سترہویں صدی کے آخری تہائی میں بھی پانچ میں سے چار حصہ انگلستانی لوگ زراعت پیشہ تھے۔ میکالے کا اقتباس میں اس لئے پیش کر رہا ہوں کہ تواریخ کی باقاعدگی کے ساتھ غلط بیانی کرنے والے کی حیثیت سے وہ اس قسم کے حقائق کو جتنا ممکن ہوسکتا ہے کم کر کے بیان کیا کرتے ہیں۔

3۔ ہمیں یہ بات ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ زرخرید کسان بھی اپنے مکان سے ملحق قطع زمین کا نہ صرف مالک، خواہ باجگذار مالک ہی سہی، بلکہ شاملات کی ملکیت میں بھی شریک ہوا کرتا تھا۔ میرابو نے لکھا ہے کہ (فریڈرک دوئم کے تحت سیلسیا میں)" کسان زرخرید کسان ہوا کرتا ہے"۔ اس کے باوجود ان زرخرید کسانوں کا شاملات پر حق ہوتا تھا۔" سیلسیا کے لوگوں کو ابھی تک شاملات کی زمینوں کو بانٹ لینے کے لئے راضی نہیں کیا جاسکا ہے، حالانکہ نیمارک میں مشکل ہی سے کوئی ایسا گاؤں ہوگا جہاں اس طرح یا بٹوارہ انتہائی کامیابی کے ساتھ نہیں کر دیا گیا ہو۔ (میرابو:" دے لا منارکی پراسیئنے" لاندریس)

4۔ جاپان، جہاں املاک اراضی کی تنظیم قطعی جاگیردارانہ ہے، اور جہان چھوٹی کاشت ترقی یافتہ ہے، یورپی قرون وسطی کی، ہماری تواریخ کی تمام کتابوں کی بہ نسبت، چونکہ وہ بیشتر حد تک بورژوا تعصّبات کے اشارے پر لکھی گئی ہیں، کہیں زیادہ سچی تصویر پیش کرتا ہے۔ قرون وسطی کو داؤں پر لگا کر" اعتدال پسند" ہونا نہایت سہل ہوتا ہے۔

اپنی تصنیف" یوٹوپیا" میں تھامس مور بہتے ہیں کہ انگلستان میں" آپ کی بھیڑیں جو کہ مسکین اور پالتو ہوا

کرتی تھیں، اور اتنی کم خوراک ہوتی تھیں، اب، جیسے کہ میں یہاں بیان کر رہا ہوں، اس قدر پیٹو ہو گئی ہیں اتنی جنگلی کہ وہ خود آدمیوں کو کھا لیتی ہیں، نگل جاتی ہیں۔"

6۔بیکن نے آزاد، خوش حال کسان اور اچھی پیدل فوج کے درمیان تعلق واضح کیا ہے۔"اس کا بہت ہی بڑا واسطہ سلطنت کی طاقت اور رکھ رکھاؤ سے تھا کہ فارم ایسے ہوں جیسے کہ ایک معیار جو ایک تندرست جسم کو تنگدستی سے بچا کر رکھنے کے لئے کافی ہو اور عملی طور پر سلطنت کی زمینوں کے ایک بڑے حصے کو معافی دار کسانوں یا متوسط درجے کے لوگوں کے نام، جو شرفا اور جھونپڑی کے مالکوں اور کسانوں کی درمیان کے حالت کے تھے بطور وقف منتقل کر دیا ... کیونکہ جن لوگوں کو جنگوں کا بہترین اندازہ ہے، ان کی یہی عام رائے رہی کہ کسی فوج کی خاص قوت پیدل فوج یا پیادوں پر مشتمل ہوا کرتی ہے۔اور اچھی پیدل فوج بنانے کے لئے وہ لوگ چاہیے ہوتے ہیں جنہوں نے غلامی یا ناداری میں نہیں بلکہ خوش حال طریقے سے زندگی بسر کی ہو۔اس لئے اگر کوئی ریاست امرا اور شرفا کی طرف دوڑے، اور یہ کہ کاشتکار اور ہالی ان کا کام کرنے والے اور مزدور بنا دئے جائیں یا محض جھونپڑی کے مالک (جو کہ ایسے بھکاری ہی ہوا کرتے ہیں جن کے سر پر چھپر ہو)، تو سواروں کی فوج تو عمدہ بن سکتی ہے، مگر پیادوں کی عمدہ پائیدار ٹکڑیاں ہرگز نہیں اور یہ بات دیکھنی چاہئے فرانس میں اور اٹلی اور غیر ممالک میں دوسری جگہ جہاں عملاً سب طبقہ امرا میں سے ہوتے ہیں یا غریب تر کسانوں میں سے... یہاں تک کہ ان کو مجبور ہو کر، اپنی پیادہ بٹالینوں کے لئے سوئٹزرلینڈ کے لوگوں اور انہیں جیسوں میں سے بھاڑے کے فوجیوں کے دستے لینے پڑتے ہیں، جس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان قوموں کے پاس لوگ تو بہت ہیں اور سپاہی کم۔"(ہنری ہفتم کا عہد حکومت)"۔

7۔ڈاکٹر ہنٹر "صحت عامہ، ساتویں رپورٹ، 1864" لندن، 1865۔"زمین کی جو مقدار مقرر کی گئی ہے" (پرانے قوانین میں) "اس کو اب مزدوروں کے لئے بہت زیادہ تصور کیا جائے گا اور شاید اتنا کہ ممکن ہے وہ ان کو چھوٹے چھوٹے موٹے کاشتکار میں تبدیل کر دے۔" (جارج رابرٹس: "گزشتہ صدیوں میں انگلینڈ کے جنوبی اضلاع کے لوگوں کی سماجی تاریخ۔"

8۔گرجا کے عشرے میں سے حصہ پانے کے غربا کا حق قوانین قدیم کے بموجب محفوظ ہے۔

9۔ولیم کابیٹ: "پروٹیسٹنٹ تجدید مسیحیت کی تاریخ"

10۔پروٹیسٹنٹ ازم کی "روح" اور باتوں کے علاوہ مندرجہ ذیل امر میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔جنوبی انگلینڈ میں بعض زمیندار اور خوش حال کاشتکار سر جوڑ کر بیٹھے اور دس سوالات وضع کئے کہ ایلیز بیتھ کے قانون غربا کی صحیح تشریح کیا ہے۔یہ انہوں نے اپنے زمانے کے مشہور قانون دان سارجینٹ اسنیگے کے سامنے (جو

بعد میں جیمس اول کے تحت منصف مقرر ہوئے) رائے دریافت کرنے کے لیے رکھے۔"سوال 9: گرجے کے ایک حلقے کے بعض زیادہ مالدار کاشتکاروں نے ایک دانشمندانہ ترکیب نکالی ہے جس سے کہ اس قانون کی تعمیل کی تمام مصیبتوں سے بچا جا سکتا ہے۔انہوں نے تجویز رکھی ہے کہ ہم گرجے کے اس حلقے میں ایک قید خانہ تعمیر کریں اور پھر پاس پڑوس میں اطلاع کرا دیں کہ اگر کوئی صاحب اس حلقے کے غرباء کو ٹھیکے پر لینے کے خواہشمند ہوں، تو ان کو چاہیے کہ وہ مہر بند تجویز پیش کریں، ایک مقررہ دن، کم از کم قیمت کی کہ جس پر وہ ان کو ہم سے لے جائیں؛ اور یہ کہ انہیں کسی کو انکار کرنے کا حق ہوگا بجز اس کے کہ مذکورہ صدر قید خانے میں بند ہو۔اس منصوبے کے مجوزوں کا خیال ہے کہ پڑوس کے علاقوں میں ایسے لوگ مل جائیں گے جنہیں، چونکہ وہ محنت کرنے کو رضامند نہ ہوں گے، اور جن کے پاس کھیت یا جہاز لینے کی دولت یا ساکھ نہ ہوگی، تاکہ بغیر محنت کے گزر کر سکیں، وہ گرجے کے حلقے کو نہایت ہی سودمند پیشکش کرنے کو آمادہ ہو سکتے ہیں اگر کوئی غریب ٹھیکیدار کی نگہداشت میں رہتے ہوئے مر جائے، تو گناہ اس کے سر ہوگا کیونکہ گرجا تو اس کی جانب اپنے فرض سے سبکدوش ہو چکا ہوگا۔لیکن ہمیں خدشہ ہے کہ موجودہ قانون اس وضع کے عاقبت اندیشانہ اقدام کو جائز قرار نہیں دے گا، لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس علاقے کے باقی مالکان مطلق اور پڑوس کے علاقہ "ب" کے بھی، نہایت مستعدی کے ساتھ اپنے ممبروں کو یہ ہدایت دینے کو شامل ہو جائیں گے کہ وہ ایک قانون کی تجویز رکھیں جو گرجے کے حلقے کو کسی شخص سے ٹھیکہ کرنے اور غرباء کو مقید کرنے اور کام لینے کا اختیار دیدے؛ اور یہ اعلان کرے کہ اگر کوئی شخص اسی طرح سے مقید ہونے اور کام پر لگنے سے انکار کرے تو اس کو کوئی امداد حاصل کرنے کا حق نہیں رہ جائے گا۔اس سے، توقع کی جاتی ہے، ضرورت مند لوگ امداد چاہنے سے اور گرجے کے حلقوں کو زیر بار کرنے کا ذریعہ بننے سے باز رہیں گے۔"(آر۔بلیکے:"سیاسی تحریروں کی تاریخ، قدیم ترین زمانے سے"لندن، 1855، جلد دوئم، صفحات 84-85)۔اسکاٹ لینڈ میں زرخرید کسانوں کے نظام کا خاتمہ انگلستان سے چند صدیوں بعد ہوا۔1698 تک میں سیلٹون کے فلیچر نے اسکاٹ لینڈ کی پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا:"اسکاٹ لینڈ میں بھیک مانگنے والوں کی تعداد کا اندازہ 2 لاکھ سے کم کا نہیں ہے۔اصولاً جمہوریائی ہونے کی رو سے واحد علاج جو میں تجویز کر سکتا ہوں یہ ہے کہ زرخرید کسانوں کے نظام کی پرانی کیفیت بحال کر دی جائے، ان سب کو غلام بنالیا جائے جو اپنی روزی خود مہیا کرنے کے اہل نہیں ہیں۔"ایڈن،"غریبوں کی حالت"لندن، 1797 کتاب اول، باب اول، صفحات 60-61 میں فرماتے ہیں"زرخرید کسانوں کی میعاد میں کمی سے لازمی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ غربا کی ابتدا کا دور رہا ہوگا۔اشیاء سازی اور تجارت ہمارے قومی غرباء کے دو والدین ہیں۔"اسکاٹ لینڈ کے ہمارے اصولاً جمہوریائی

کی طرح، ایڈن صرف اس بات میں غلطی کرتے ہیں: زرخرید کسانوں کی میعاد کے خاتمے نے نہیں بلکہ زراعت پیشہ محنت کش کی اراضی کی صورت میں املاک کے خاتمے نے اس کو پرولتاری اور انجام کار گداگر بنا دیا۔ فرانس میں، جہاں بے دخلی دوسرے طریقے سے کی گئی تھی، مونس کا حکمنامہ 1571 اور 1656 کا فرمان انگریزی قوانین غرباء سے مطابقت رکھتے ہیں۔

11۔ پروفیسر روگرس، اگرچہ پہلے آکسفورڈ یونیورسٹی میں، جو کہ پروٹیسٹینٹ کٹر پن کی آماجگاہ تھی، سیاسی معاشیات کے پروفیسر تھے، مگر "تاریخ زراعت" کی اپنی تمہید میں تجدید مسیحیت سے عوام الناس کے مفلس و قلاش ہو جانے کی حقیقت پر زور دیتے ہیں۔

12۔ "سر ٹی۔ سی۔ بن بری؛ بیرونٹ کے نام اشیائے خوردونوش کی مہنگائی پر ایک خط۔ سفوک کے ایک صاحب کی طرف سے ''ابپس وچ، 1795 بڑے کھیتوں کے نظام کی اندھادھند پیروی کرنے والے، "اشیائے خوردونوش کی موجودہ قیمت کے درمیان تعلق کی تحقیقات" لندن، 1773 کے مصنف بھی کہتے ہیں: "معافی داروں ان لوگوں کے جو ہماری قوم کی خودمختاری کے حقیقی نگہبان تھے، نہ رہنے پر مجھے سب سے زیادہ افسوس ہے؛

اور افسوس ہے مجھے یہ دیکھ کر کہ ان کی زمینیں اب اجارہ قائم کرنے والے مالکوں کے ہاتھوں میں ہیں، چھوٹے کسانوں کو لگان پر دے دی گئی ہیں جن کی لگان داری ایسی شرائط پر ہے جو ان باجگذاروں سے کچھ ہی بہتر رہ گئے ہیں جو شرانگیزی کے ہر موقع پر بلائے جانے کو تیار بیٹھے رہتے ہیں۔"

13۔ اس بورژوا ہیرو کے ذاتی ہیرو کے ذاتی اخلاقی کردار پر اور باتوں کے علاوہ: "آئرلینڈ میں لیڈی آرکنے کو 1695 میں اراضی کا بڑا عطیہ، بادشاہ کے عشق اور مذکورہ خاتون کے رسوخ کی آشکار امثال ہے... لیڈی آرکنے کے فرائض منصبی کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ وہ نازیبا وظائف لب و رخسار تھے۔" (برطانوی محافظ خانے میں سلون کے مجموعہ دستاویزات، سنڈر لینڈر وغیرہ کے اطوار و عادات، جن کا اظہار سومیرس، ہلیفیکس، آکسفورڈ، سیکریٹری ورنون وغیرہ کی جانب سے شریوزبری کے ڈیوک کے نام اصل خطوط سے ہوتا ہے "یہ عجائبات کا ایک مرقع ہے۔)

14۔ "شاہی جاگیروں کی غیر قانونی انتقال ملکیت، کچھ بذریعہ فروخت، کچھ از روئے عطیہ، تاریخ انگلستان میں ایک باب باعث رسوائی ہے... قوم کے ساتھ ایک زبردست دھوکہ ہے۔" اس تفصیل کے لیئے کہ انگلستان کے موجودہ بڑے بڑے مالکان اراضی ان پر کس طرح قابض ہوئے" ہمارے پرانے روسا۔ از نوبلیس اوبلائج" پڑھیئے۔

15 ۔مثلاً بیڈفورڈ کے ڈیوک کے خاندان کے متعلق کہ جس کی ایک شاخ" اعتدال پسندی کی بلبل ہزار داستان" لارڈ جان رسل تھے،ای۔ بر کے کا کتابچہ پڑھیے۔

16 ۔" جھونپڑیوں میں رہنے والوں کو کاشتکار اس بہانے سے خود اپنے اور بچوں کے علاوہ کسی جاندار کو وہاں رکھنے کی ممانعت کرتے ہیں کہ اگر وہ کوئی جانور یا مرغیاں رکھتے ہیں تو ان کے گذارے کے لئے وہ کاشتکار کے کھلیانوں سے چوری کریں گے؛ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جھونپڑیوں میں رہنے والوں کو مفلس رکھو تو ان کو محنتی بھی رکھو گے، وغیرہ؛ لیکن اصل حقیقت، میرے خیال میں، یہ ہے کہ شاملات کا سارا حق اپنے ہی پاس رکھ سکیں۔" ("بنجر زمینوں کو احاطوں میں گھیر لینے کے نتیجوں کے بارے میں سیاسی تحقیقات۔"

17 ۔ایڈن، مذکورہ صدر کتاب، تمہید۔

18 ۔" سرمائے کے فارم"۔( آٹے کی تجارت اور اناج کی مہنگائی پر دو خطوط۔تجارت کے ایک فرد کے قلم سے

19 ۔" تاجروں کے فارم"۔" اشیائے خورد ونوش کی موجودہ مہنگائی کے اسباب کے متعلق تحقیقات" لندن، 1761۔ یہ شاندار تصنیف جو گمنام شائع کی گئی تھی، ریورینڈ نیتھینیئل فورسٹر کی لکھی ہوئی ہے۔

20۔تھامس رائٹ:"بڑے فارموں کی اجارہ داری پر لوگوں سے مختصر خطاب"۔1779

21 ۔ریورینڈ ایڈنگٹن: کھلے کھیتوں کی احاطہ بندی کی موافقت یا مخالفت کے اسباب کی تحقیقات" لندن،1772،

22۔ڈاکٹر پرائس" واپسی کے بھگتانوں پر رائے" چھٹا ایڈیشن،لندن،1809 جلد 2،صفحہ 100۔فرسٹر، ایڈنگٹن، کینٹ، پرائس اور جیمز اینڈرسن کا مطالعہ کرنا اور کاسہ لیس میک کلوچ نے اپنی کتاب فہرست" سیاسی معاشیات کا ادب" لندن،1845 میں جو بے مایہ لفاظی کی ہے اس سے ان کا موازنہ کرنا چاہئے۔

23۔پرائس، مذکورہ صدر کتاب،

24۔پرائس، مذکورہ صدر کتاب، صفحہ 109۔ہمیں قدیم روما یاد آتا ہے۔" مالداروں نے غیر تقسیم شدہ زمین کے بڑے حصے کو قبضہ لیا تھا۔ان کو زمانے کے حالات پر بھروسہ تھا، یہ کہ ان مقبوضات کو ان سے واپس نہیں لیا جائے گا اور اس لئے کچھ قطعات جو ان کی زمینوں کے پاس پڑے تھے، اور غریب لوگوں کی ملکیت تھے، ان کے مالکان کی رضا و رغبت سے خرید لئے، اور کچھ کو زبردستی لے لیا، اس طرح سے اب وہ الگ تھلگ کھیتوں کے بجائے نہایت توسیع شدہ املاک پر کاشتکاری کر رہے تھے۔ پھر انہوں نے زراعت میں اور مویشیوں کے پالنے میں غلاموں کو لگا لیا کیونکہ آزاد لوگوں کو کام پر سے لے جا کر فوجی خدمات پر لگا دیا جاتا۔غلاموں کے

رکھنے سے ان کو بڑا نفع ہوا، اس حد تک کہ ان کی تعداد میں، فوجی خدمت سے استثنا کے باعث، آزادانہ اضافہ ہو سکا اور بہت سارے بچے ہوئے۔ اس طرح طاقتور لوگوں نے ساری دولت اپنے پاس کھینچ لی اور ساری زمینوں پر غلاموں کے ٹھٹ لگ گئے۔ اطالوی باشندے، دوسری طرف، تعداد میں ہمیشہ گھٹتے رہے، کیونکہ مفلسی، محصولات اور فوجی خدمات نے ان کو ختم کر ڈالا تھا۔ امن کا زمانہ جب آیا بھی تو وہ قطعاً بے عملی میں مبتلا ہو گئے تھے، کیونکہ زمین پر مالدار قابض تھے اور اس پر کاشت کے لئے آزاد لوگوں کے بجائے غلاموں سے کام لیتے تھے۔" (ایپییان: "خانہ جنگیاں") اس عبارت میں لیسینیائی قوانین سے پہلے کے زمانے کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ("لیسینیائی قوانین" - قدیم روما میں 367ء - ق - م - میں منظور شدہ قانون۔ اس نے شاملات کی زمینوں کو نجی ملکیت میں منتقل کرنے کے حق کو ایک حد تک محدود کر دیا تھا اور قرضوں کی جزوی منسوخی کا اہتمام کیا تھا۔ اس قانون کا مقصد بڑی بڑی زمینداریوں میں اور طبقہ امرا کے افراد کی مزاعت میں اضافہ کو روکنا تھا۔ اس سے عامیوں کی معاشی اور سیاسی حیثیت میں ایک حد تک استحکام کی عکاسی بھی ہوتی ہے۔ رومی روایت کے مطابق مقبول عام نمائندے لیسینئس اور سیکسٹئس اس قانون کے مصنفین کہلاتے ہیں۔ فوجی خدمت ہی جس نے رومی عامیوں کی بربادی کی رفتار بہت بڑی حد تک تیز کر دی، وہ خاص ذریعہ بھی تھی، جس سے چارلس اعظم نے آزاد جرمن کسانوں کو زرخرید کسانوں اور غلاموں میں زبردستی تبدیل کر دیا تھا۔

25۔ "اشیائے خورد و نوش، وغیرہ کی موجودہ قیمت کے درمیان تعلق کی تحقیقات" یہی تاثر، مگر مخالف رجحان کے ساتھ: "محنت کشوں کو ان کے جھونپڑوں سے ہنکا دیا جاتا ہے اور ملازمت کی تلاش کے لئے قصبوں میں زبردستی ٹھونس دیا جاتا ہے؛ لیکن پھر زیادہ فراوانی ہو جاتی ہے، اور اس طرح سے سرمایہ بڑھ جاتا ہے۔"

6 2۔ نیومن "سیاسی معاشیات پر لیکچر"

27۔ اسٹوارٹ کہتے ہیں: "ان زمینوں کے لگان کا اگر آپ موازنہ" (یہاں وہ اس معاشی زمرے میں غلطی سے کارندوں کے اس خراج کو بھی شامل کر لیتے ہیں جو وہ اپنے قبیلے کے سردار کو ادا کیا کرتے تھے) "اس کے رقبے سے کریں تو یہ بہت ہی قلیل معلوم ہوتا ہے۔ اگر موازنہ فارم سے پیٹ بھرنے والوں کی تعداد سے کریں تو معلوم ہوگا کہ ہائی لینڈ کی ایک جاگیر اچھے اور زرخیز صوبے میں اسی قدر و قیمت کی کسی اور کی بہ نسبت دس گنے لوگوں کی پرورش کرتی ہے۔" (سیاسی معاشیات کے اصولوں کے بارے میں تحقیقات"۔

28۔ جیمز اینڈرسن "قومی صنعت وغیرہ کے جذبے کو بیدار کرنے کے ذرائع پر مشاہدات"۔

29۔ 1860 لوگوں کو زبردستی بے دخل کیا گیا انھیں جھوٹے بہانوں سے کینیڈا بر آمد کر دیا گیا تھا۔ کچھ بھاگ

کر پہاڑوں اور پڑوس کے جزیروں میں جا چھپے۔ پولیس نے ان کا پیچھا کیا، ہاتھا پائی ہوئی اور وہ بھاگ نکلے۔

30۔ بوچانن جنہوں نے 1814 میں آدم اسمتھ پر تبصرہ کیا ہے، کہتے ہیں:"اسکاٹ لینڈ کے ہائی لینڈز میں املاک کی قدیم صورت کی روزانہ تخریب ہوتی رہتی ہے... زمیندار موروثی لگان دار" (اس زمرے کا یہاں استعمال غلط کیا گیا ہے)" کا خیال کئے بغیر، اب اپنی زمین سب سے زیادہ دام لگانے والے کو پیش کرتا ہے، جو اگر اصلاح کرنے کا ماہر ہے، تو فوراً ہی کاشت کا نیا نظام اپنا لیتا ہے۔ زمین جس پر پہلے چھوٹے چھوٹے لگان دار یا مزدوری کرنے والے رہتے تھے، پیداوار کے تناسب سے آباد تھی، لیکن اصلاح شدہ کاشت کے نئے نظام کے اور بڑھے ہوئے لگانوں کے تحت زیادہ سے زیادہ ممکن پیداوار کم سے کم خرچ پر حاصل ہوتی ہے اور اس نظریے سے ناکارہ لوگوں کے ہٹا دیے جانے کے بعد آبادی گھٹ گئی، اس حد تک نہیں کہ جتنوں کی یہ زمین پرورش کرے گی بلکہ اس حد تک کہ جتنے اس پر کام کریں گے۔ قبضے سے محروم کر دئے جانے والے لگان دار یا تو ذریعہ معاش کی تلاش پڑوس کے قصبوں میں کرتے ہیں، وغیرہ" (ڈیوڈ بوچانن: "اے۔ اسمتھ کی قوموں کی دولت پر مشاہدات وغیرہ" اسکاچ امرا نے خاندانوں کو اس طرح محروم کر دیا جس طرح کہ جنگلی جھاڑیوں کو اکھاڑ پھینکتے ہیں اور انھوں نے گاؤں اور ان میں رہنے والوں سے ایسا برتاؤ کیا جیسا کہ جنگلی جانوروں کے ستائے ہوئے ہندوستانی بدلہ لینے کے لئے اس جنگل سے جس میں شیر رہتے ہوں... انسان کو ایک بھیڑ کے اون یا گوشت کی ایک ران کے بدلے فروخت کر دیا جاتا ہے، نہیں، اس سے بھی سستا.. کیوں، ان مغلوں کے ارادے سے یہ کس قدر بدتر ہے جنہوں نے چین کے شمالی صوبوں کو تاراج کر کے تجویز رکھی تھی کہ یہاں بسنے والوں کو نیست و نابود کر دیا اور زمین کو چراگاہوں میں بدل دیا جائے۔ اس تجویز کو ہائی لینڈز کے بہت سے مالکان نے خود اپنے ملک میں، خود اپنے ہم وطنوں کے خلاف عملی جامہ پہنایا ہے۔"

31۔ سدرلینڈ کی موجودہ ڈچیز نے جب" چچا ٹام کی کوٹھری" کی مصنفہ مسز بیچر اسٹو کی ضیافت امریکی جمہوریہ کے نیگرو غلاموں سے اپنے ہمدردی کا ___ وہ ہمدردی جو وہ خانہ جنگی کے دوران جس میں انگلستانی" شرفا" کا ہر دل غلاموں کے مالکوں کے لئے دھڑک رہا تھا، اپنے ہم چشم روسا کے ساتھ مصلحتاً بھول گئی تھیں ___ اظہار کرنے کے لئے بڑے کروفر سے کی تھی تو میں نے "نیویارک ٹریبیون" میں سدرلینڈ کے غلاموں کے متعلق حقائق دئے تھے (جن کی تخلیق جزوی طور پر کیری نے "تجارت غلاماں") میرا مضمون اسکاٹ لینڈ کے ایک اخبار میں نقل کیا گیا تھا اور اس پر موخر الذکر اور سدرلینڈ گھرانے کے کاسہ لیسوں کے

درمیان خاصا مناظرہ رہا تھا۔

32۔مچھلیوں کی اس تجارت پر دلچسپ تفصیلات مسٹر ڈیودار کہارٹ کے "بستے کے نئے سلسلے" میں ملیں گی۔ نساؤ ڈبلو سینیئر اپنی تصنیف مطبوعہ پس مرگ میں، جس کا پہلے ہی حوالہ دیا جا چکا ہے، "سدر لینڈ شائر میں ہونے والی کاروائیوں کو انسانی یادداشت کی سب سے زیادہ سودمند" صفائیوں میں" شمار کرتے ہیں۔(آئر لینڈ سے متعلق رسالے تبادہ خیالات اور انشائیے"

33۔اسکاٹ لینڈ کے ہرنوں کے بنوں میں ایک بھی درخت نہیں تھا۔چٹیل پہاڑیوں پر سے پہلے بھیڑوں کو باہر ہنگا دیا جاتا ہے اور پھر ہرن ہانک کر وہاں پہنچا دئے جاتے ہیں اور تب اس کو ہرنوں کا بن کہنے لگتے ہیں درخت لگائے بھی نہیں جاتے اور اصلی جنگل بھی نہیں ہوتے۔

34۔رابرٹ سومرس:"ہائی لینڈز کے خطوط یا 1847 کا قحط" یہ خطوط اصل میں "ٹائمز" میں شائع ہوئے تھے۔انگلستانی معاشیات دانوں نے 1847 میں گالوں کے ہاں قحط کی وضاحت، ظاہر ہے، ان کی آبادی میں حد سے زیادہ اضافہ سے تعبیر کی تھی۔بہر حال وہ "اپنی غذا کی فراہمی پر بوجھ ڈال رہے تھے" جاگیروں کی صفائی" یا" بورن لیگن" جیسا کہ جرمنی میں اس کو کہتے ہیں، جرمنی کے اندر خصوصاً تیس سالہ جنگ کے بعد رونما ہوئی اور کرساشین میں تو ایک عرصے بعد 1790 تک میں اس کے باعث کسان بغاوتیں ہوئیں۔مشرقی جرمنی میں یہ خاص طور پر ہوئی۔پروشیا کے بیشتر صوبوں میں فریڈرک دوئم نے پہلی بار کسانوں کے لئے حق ملکیت محفوظ کیا۔سیلسیا کی فتح کے بعد اس نے زمینداروں کو جھونپڑیاں، کھلیان وغیرہ دوبارہ تعمیر کرنے اور کسانوں کو مویشی اور آلات زراعت فراہم کرنے کے لئے مجبور کیا۔اس کو اپنی فوج کے لئے سپاہی اور خزانے کے لئے محصول ادا کرنے والے چاہئے تھے۔باقی، فریڈرک کے نظام مالیات کے تحت کسانوں کی خوشگوار زندگی اور مطلق العنانیت، نوکر شاہی اور جاگیردارانہ نظام کی گڈ مڈ حکمرانی کا اندازہ اس کے مداح میرابو کے مندرجہ ذیل اقتباس سے لگایا جا سکتا ہے: شمالی جرمنی میں فلیکس کی کاشت کسانوں کے لئے نقدی حاصل کرنے کے خاص سرچشمے کی حیثیت رکھتی ہے۔نوع انسانی کی بدقسمتی سے یہ صرف غریبی کو دور رکھنے کا ہی کام کر سکتی ہے کیونکہ اس کو سکھ اور خوش حالی کا ذریعہ نہیں سمجھا جا سکتا۔براہ راست محصول، بیگار اور طرح طرح کی غلامی مل جل کر جرمن کسان کا کچومر نکال دیتی ہے۔اس کے علاوہ وہ جو چیز بھی خریدتا ہے اس پر اسے بالواسطہ محصول بھی دینے پڑتے ہیں... مصیبت چونکہ کبھی اکیلی نہیں آتی، اس لیے وہ اپنی پیداوار کو جہاں وہ چاہے، وہاں اور جس طرح وہ چاہے، اس طرح نہیں بیچ سکتا۔اپنی ضرورت کی چیزیں وہ ان بیوپاریوں سے نہیں خرید سکتا، جو ان کو سب سے کم داموں پر بیچنے کو تیار ہیں ان تمام وجوہات سے دھیرے

دھیرے وہ چوپٹ ہو جاتا ہے، اور اگر چرخہ اس کی مدد نہ کرے، تو وہ بالواسطہ محصول بھی نہ ادا کر پائے۔ چرخہ اس کی مشکلوں کو کچھ حد تک حل کرنے میں مدد کرتا ہے، کیونکہ اس سے اس کی بیوی، اس کے بچوں، اس کے کھیت مزدوروں اور خود اس کو بھی ایک کارآمد دھندا کرنے کو مل جاتا ہے۔ لیکن اس امداد کے باوجود اس کی زندگی کتنی قابل رحم ہوتی ہے! گرمیوں میں وہ ناؤ کھینے والے غلام کی طرح کام کرتا ہے، زمین جوتتا ہے اور فصل کاٹتا ہے۔ رات کو 9 بجے وہ سونے کے لیے لیٹتا ہے اور صبح کو 2 بجے اٹھ کھڑا ہوتا ہے، کیونکہ اگر وہ دیر کرے تو دن کا کام پورا نہیں ہو سکتا۔ جاڑوں میں اسے دیر تک آرام کر کے اپنی طاقت کو لوٹانا ہوتا ہے۔ لیکن ریاست کے محصول ادا کرنے کے لیے اسے رقم چاہیے اور رقم حاصل کرنے کے لیے اسے اپنا سارا اناج بیچ دینا چاہیے اور اگر وہ اپنا سارا اناج بیچ دیتا ہے، تو اس کے پاس روٹی کھانے کے لیے اور اگلی فصل بونے کے لیے کافی بیج نہیں بچتے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے اسے کتائی کرنی چاہیے... اور اس میں خوب محنت کرنی چاہیے۔ چنانچہ جاڑوں میں کسان آدھی رات کو یا ایک بجے سونے کے لیے لیٹتا ہے اور 5 یا 6 بجے اٹھ جاتا ہے۔ یا وہ رات کو 9 بجے سو جاتا ہے۔ اتنا زیادہ کام اور اتنی کم نیند آدمی کا سارا ست چوس لیتی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ شہروں کی بہ نسبت گاؤں میں لوگ بہت جلدی بوڑھے ہو جاتے ہیں۔"

دوسرے ایڈیشن کا حاشیہ۔ اپریل 1866 میں رابرٹ سومرس کی جن کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے، تصنیف کے اشاعت کے 18 برس بعد پروفیسر لیون لیوی نے بھیڑوں کی چراگاہوں کے ہرنوں کے بن میں تبدیل ہونے کے متعلق انجمن فنون کے سامنے ایک لیکچر دیا جس میں انہوں نے واضع کیا کہ اسکاٹ لینڈ کے ہائی لینڈز کے تاراج کرنے میں کیا پیش قدمی ہوئی ہے۔ اور باتوں کے علاوہ وہ کہتے ہیں: "بغیر کچھ خرچ کیے آمدنی حاصل کرنے کا سب سے سہل طریقہ بستیوں کو اجاڑنا اور ان کو بھیڑوں کی چراگاہوں میں تبدیل کرنا تھا... بھیڑوں کی چراگاہ کی جگہ ہرنوں کا بن ہائی لینڈز میں ایک عام تبدیلی تھی۔ مالکان اراضی نے بھیڑوں کو اسی طرح نکال دیا جس طرح انہوں نے آدمیوں کو اپنی جاگیروں سے نکالا تھا اور نئے مکینوں، جنگلی جانوروں اور پروں والے پرندوں کا خیر مقدم کیا... فورفرشائر میں ڈلہوزی کے ارل کی جاگیر سے جان او گروٹس کی جاگیر تک چلے جائیے، آپ کو کبھی بن کی سرزمین سے باہر نہ نکلنا ہوگا... ان بنوں میں سے بہتوں میں لومڑیاں، جنگلی بلیاں، سموری نیولے، پولکیٹ، واسو نیولے اور پہاڑی خرگوش عام ہیں؛ جب کہ سفید خرگوش، گلہریاں اور چوہے پچھلے دنوں اس علاقے میں داخل ہو گئے ہیں۔ زمین کے بڑے بڑے قطعات جس میں بہت ساروں کو اسکاٹ لینڈ کے اعداد و شمار میں نہایت مالا مال اور وسیع رقبوں میں نہایت اعلی درجے کی چراگاہیں بنایا جاتا ہے، اس طرح سے ہر وضع کی کاشت اور اصلاح سے محروم ہو گئے ہیں اور سال کے ایک مختصر سے

عرصے کے لیے کچھ لوگوں کے شوق کو پورا کرنے کے لیے وقف ہیں۔

2 جون 1866 کے لندن کے "اکنامسٹ" نے لکھا ہے: "پچھلے ہفتے اسکاٹ لینڈ کے ایک اخبار میں ہم نے یہ خبر بھی پڑھی... سدر لینڈ شائر میں بھیڑوں کے ایک بہترین فارم کو، جس کا ابھی حال ہی میں 1200 پاؤنڈ سالانہ لگان دینے کی پیش کش ہوئی تھی، موجودہ پٹے کے امسال خاتمے کے بعد ہرنوں کے بن میں تبدیل کر دیا جائے گا! یہاں ہم کو جاگیرداری کی نئی حس کا پتہ چلتا ہے... جس کے وظائف قریب قریب وہی ہیں جبکہ نارمن فاتحوں نے نیا جنگل بنانے کے لیے 36 گاؤں برباد کر ڈالے تھے.... 20 لاکھ ایکڑ ... قطعی غیر مزروعہ، جن میں اسکاٹ لینڈ کی بعض انتہائی زرخیز زمینیں تک آ جاتی ہیں۔ گلین ٹلٹ کی قدرتی گھاس پرتھ کے ضلع کی سب سے زیادہ غذائیت والی تھی۔ بن آلڈر کا ہرنوں کا بن باڈینوچ کے وسیع خطے میں اب تک کی بہترین چراگاہوں میں تھا؛ بلیک ماؤنٹ بن کا ایک حصہ اسکاٹ لینڈ میں محض شوق شکار کی غرض سے جو زمین زراعت سے محروم کر دی گئی ہے اس کا کچھ اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ مجموعی طور پر پرتھ کے پورے ضلع کے رقبے سے زیادہ کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ بن آلڈر کے بن کے وسائل سے اس نقصان کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے جو اس کو زبردستی سے بیابان بنانے سے ہو رہا ہے۔ اس زمین پر 15 ہزار بھیڑیں پلتیں اور چونکہ اسکاٹ لینڈ میں پرانی جنگلاتی زمین کے تیس میں سے ایک حصے کے برابر بھی یہ زمین نہیں تھی... اس لیے... وغیرہ... وہ ساری جنگلاتی زمین اسی طرح سے قطعی غیر منافع بخش ہے... اچھا ہوتا کہ یہ بحیرۂ جرمنی میں غرق ہو گئی ہوتی... اس قسم کے برجستہ بیابانوں یا ویرانوں کا قانون سازی کی فیصلہ کن مداخلت سے خاتمہ کر دیا جانا چاہیے۔"

35۔ "تجارت وغیرہ پر مضمون" کا مصنف کہتا ہے: "ایڈورڈ ششم کے عہد حکومت میں، انگریز واقعی صنعتوں کی ہمت افزائی کرنے اور غریبوں کو ملازمت دینے پر سنجیدگی سے آمادہ نظر آتے ہیں۔ اس کا علم ہم کو ایک قابل غور قانون سے ہوتا ہے جو یہ ہے: 'یہ کہ تمام آوارہ گردوں کو داغ دیا جایا کرے گا وغیرہ۔" (مذکورہ صدر کتاب، 1770، صفحہ 5۔)

36۔ تھامس مور اپنی تصنیف "یوٹوپیا" میں لکھتا ہے "اس لیے وہ لالچی اور حریص اور اپنے وطن کے حق میں عذاب الٰہی، ہزاروں ایکڑ زمین کو حلقے میں لے کر ایک ہی جنگلے یا باڑھ میں گھیر سکتا ہے، کھیتی کرنے والے کسانوں کو اپنے ہی گھروں سے نکال دیا جاتا ہے، یا تو مکاری اور فریب سے یا زور زبردستی کر کے انہیں گھر سے باہر کر دیتے ہیں یا طرح طرح سے ان کے ساتھ زیادتیاں کر کے اور تکلیفیں پہنچا کر اس قدر پریشان کر دیا جاتا ہے کہ وہ سب کچھ بیچ ڈالنے پر مجبور ہو جاتے ہیں: ایک طریقے سے، اس لیے، یا دوسرے طریقے سے

سیدھی طرح سے یا چالاکی سے، ان کو تو یہ چاہیے کہ وہ غریب، غلام، تباہ حال مرد عورتیں، خاند بیویاں، یتیم بچے بیوائیں، مصیبت زدہ مائیں اپنے گود کے بچوں کے ساتھ، اور ان کا سارا گھر پریوار، مال میں تھوڑا، تعداد میں زیادہ کیونکہ کھیتی کرنے والوں کو کام کرنے والے بہت سے چاہیے ہوتے ہیں۔ تو میں کہتا ہوں، وہ نکل کھڑے ہوتے ہیں اپنے جانے بوجھے مانوس گھروں سے سر چھپانے کی جگہ کی تلاش میں جو نہیں ملی۔ ان کے گھر بار کا سارا سامان، جس کی مالیت بہت ہی تھوڑی ہوتی ہے، حالانکہ فروخت کیا جائے تو دام اٹھالے: لیکن چونکہ اچانک نکالے ہوئے ہوتے ہیں اس لیے مٹی کے مول بیچنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اور جب وہ مارے مارے پھر کر سب ختم کر ڈالتے ہیں، تو پھر وہ کیا کریں جو چوریاں نہ کریں، اور پھر پھانسی پر لٹکا دیے جائیں، یا پھر بھیک مانگتے پھریں۔ یہ بھی نہیں تو ان کو آوارہ گرد ٹھہرا کر کال کوٹھڑیوں میں ڈال دیا جاتا ہے، کیونکہ وہ مارے مارے پھرتے رہتے ہیں اور کام نہیں کرتے: وہ کہ جنہیں کوئی بھی آدمی کام نہیں دے گا، حالانکہ وہ خود بھی اپنی مرضی سے ایسا کرنے کو کبھی ہرگز تیار نہیں ہوں گے۔" گھروں سے نکالے ہوئے ان ناداروں میں سے جن کے متعلق تھامس مور نے کہا ہے کہ وہ چوریاں کرنے پر مجبور کر دیے گئے تھے " 72000 بڑے اور چھوٹے چوروں کو "ہیزی ہشتم کے عہد حکومت میں " سزائے موت دے دی گئی "۔(ہولنشیڈ "بیان انگلستان"، جلد اول، صفحہ 186۔) ایلیز بیتھ کے عہد میں "بدمعاشوں کی فوراً ہی مشکیں کس دی جایا کرتی تھیں، اور یہ کہ عام طور سے ایک سال بھی ایسا نہیں جاتا تھا کہ جب تین یا چار سو کو پھانسی کے تختے ہڑپ کر کے ختم نہ کر ڈالتے ہوں۔" (اسٹرائپ کے "وقائع تجدید مسیحیت اور قیام مذہب پر اور ملکہ ایلیز بیتھ کے عہد مبارک میں کلیسائے انگلستان کے دوسرے مختلف واقعات پر"، دوسرا ایڈیشن، 1725، جلد دوئم)۔ اسٹرائپ موصوف کے قول کے مطابق، سومرسٹ شائر میں، ایک سال میں، 40 افراد کو پھانسی دی گئی، 35 ڈاکوؤں کے ہاتھ داغے گئے، 37 کے کوڑے لگائے گئے، اور 183 "ناقابل اصلاح آوارہ گرد" قرار دے کر چھوڑ دیے گئے۔ اس کے باوجود ان کی رائے یہ ہے کہ قیدیوں کی یہ بڑی تعداد جرائم پیشہ لوگوں کی اصل تعداد کا پانچواں حصہ بھی نہیں، وجہ یہ کہ پاسبان حق وانصاف لاپرواہیں اور لوگوں کے دلوں میں احمقانہ ہمدردی۔ اور اس اعتبار سے انگلستان کے دوسرے اضلاع سومرسٹ شائر سے بہتر نہیں تھے، جبکہ کچھ تو اس سے بھی خراب۔

37۔ آدم اسمتھ کہتے ہیں: "جب کبھی بھی قانون ساز ادارہ آقاؤں اور ان کے کام گاروں کے درمیان اختلافات میں نظم و ربط پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس کے مشیر ہمیشہ آقا ہوا کرتے ہیں۔" لنگوئیت نے کہا ہے: "قانونوں کی روح ہے املاک۔"

38۔" آزاد تجارت کے مغالطے "از قلم ایک بیرسٹر۔لندن 1850،صفحہ 206۔انہوں نے تیکھے انداز میں مزید کہا ہے کہ "ہم مالک کی طرف سے دخل اندازی کرنے کو تو خاصے تیار رہتے ہیں، کیا اب مزدور کی خاطر کچھ نہیں کیا جاسکتا؟"

39۔جیمز اول کے قانون مجریہ دوسرے سال جلوس کے باب 6 کی ایک دفعہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بعض کپڑا بنانے والوں نے مقامی منصف کے اپنے اختیارات سے کام لیتے ہوئے اپنی کارگاہوں میں اجرتوں کی سرکاری شرحیں مقرر کرنے کی ذمہ داری خود اپنے اوپر لے لی۔جرمنی میں خصوصاً تیس سالہ جنگ کے بعد، اجرتیں کم رکھنے کے قوانین عام تھے۔"جن ضلعوں کی آبادی گھٹ گئی تھی ان میں مالکان اراضی کے لیے نوکروں اور مزدوروں کی قلت بڑی ہی تکلیف دہ تھی۔تمام گاؤں والوں کو تنہا مردوں اور عورتوں کو کمرے کرائے پر دینے کی ممانعت کر دی گئی تھی۔موخر الذکر تمام کے لئے لازم تھا کہ ان کے بارے میں حکام کو اطلاع دی جائے اور اگر وہ خادمہ بننے پر رضامند نہ ہوں تو ان کو قید کر دیا جائے خواہ وہ کسی اور کام کے سلسلے میں جیسے کہ روزانہ اجرت پر کسانوں کے ہاں بیج بونے پر ملازم ہو یا یہاں تک کہ اناج خریدنے اور فروخت کرنے کا کام کرتی ہوں۔"("سیلیسیا کے لیے شاہی مراعات اور قوانین"،اول،125)۔پوری ایک صدی تک چھوٹی چھوٹی جرمن ریاستوں کے قوانین میں بدقماش اور گستاخ گنواروں کے متعلق بار بار چیخ پکار ہوتی ہے کہ جو اپنی قسمت کی مصیبتیں چپ چاپ نہیں جھیلتے، قانون کے مطابق اجرت پر مطمئن نہیں ہوتے؛ انفرادی طور پر مالکان اراضی کو ریاست کی طرف سے مقررہ شرح سے زیادہ مزدوری دینے کی ممانعت ہے۔ اور پھر بھی ملازمت کے حالات جنگ کے بعد بہتر تھے بہ نسبت 100 سال بعد کے؛ 1652 میں سیلیسیا کے کھیتوں پر کام کرنے والے مزدور ہفتے میں دو بار گوشت کھاتے تھے جبکہ ہماری موجودہ صدی میں ایسے ضلعوں کا علم ہے جہاں وہ سال میں صرف تین بار گوشت کھاتے ہیں۔علاوہ ازیں، جنگ کے بعد اجرتیں اگلی صدی کی بہ نسبت زیادہ تھیں۔

40۔اس قانون کی دفعہ 1 یوں ہے:"ایک سی سماجی سطح اور پیشے کے لوگوں کی ہر طرح کی تنظیموں کو ختم کر دینا چونکہ فرانسیسی آئین کی بنیاد ہے، اس لیے ایسی تنظیموں کے کسی بھی بہانے سے اور کسی بھی شکل میں پھر سے قیام پر پابندی عائد کی جاتی ہے۔"دفعہ 4 میں کہا گیا ہے کہ اگر" یکساں پیشوں، فنون یا دستکاریوں میں لگے ہوئے شہری اپنی دستکاری یا اپنی محنت کی شکل میں مدد دینے سے انکار کرنے کی غرض سے یا صرف ایک مقررہ معاوضے پر فروخت کرنے کی غرض سے یا آپس میں صلاح مشورہ کریں گے یا کوئی سمجھوتہ کریں گے تو اس قسم کے ہر ایک مشورے اور سمجھوتے کو...غیر قانونی قرار دے دیا جائے گا اور اسے آزادی اور حقوق انسانی کے

اعلان نامے پر حملہ تصور کیا جائیگا، وغیرہ۔" چنانچہ مزدوروں کے پرانے قوانین ہی کے بموجب سنگین جرم۔
("روالوسیاں داپاری"، پیرس، 1791، جلد 3 صفحہ 523۔)

41۔ بوشیز ایترو:"ہستوری پارلیمنتر" باب دہم صفحات 193-195۔ جا بجا۔ صفحہ 39

42۔ اپنی تصنیف "بیان انگلستان" میں ہیریسن لکھتے ہیں: "پرانے لگان کے چار پاؤنڈ اتفاق سے اگر بڑھا کر چالیس کر دیے جائیں تو اپنی میعاد کے خاتمے پر، اگر اس کے پاس چھ یا سات برس کا لگان جمع باقی نہ رہ گیا ہو، پچاس یا سو پاؤنڈ، پھر بھی کاشتکار یہی سوچے گا کہ اس کا منافع بہت تھوڑا رہا۔"

43۔ سولھویں صدی میں قدر زر کی کمی کے سماج کے مختلف طبقوں پر اثرات کے متعلق ڈبلو۔ ایس۔ جنٹلمین کی تصنیف (لندن، 1851)" آج کل کے زمانے میں ہمارے مختلف ہم وطنوں کی بعض معمولی شکایتوں کا ایک جامع یا مختصر معائنہ" ملاحظہ فرمایے۔ اس تصنیف کو طرز تحریر مکالماتی ہونے کے باعث عرصہ دراز تک لوگ شیکسپیئر سے منسوب کرتے رہے، اور 1751 تک میں یہ ان ہی کے نام سے شائع کی گئی۔ اس کے مصف ولئیم اسٹیفورڈ ہیں۔ ایک جگہ سردار اس طرح گویا ہوتا ہے:

سردار:"تم میرے پڑوسی، کاشتکار، تم صاحبزادے میرسر اور تم بھلے مانس کوپر، دوسرے دستکاروں کے ساتھ اپنی خوب اچھی طرح بچت کر سکتے ہو۔ کیونکہ پہلے سے اب ساری چیزیں جتنی زیادہ مہنگی ہیں اتنی ہی تم اپنے بیچنے کے سامان کے دام بڑھا دیتے ہو اور مزدوری بھی جو تم لیتے ہو۔ مگر ہمارے پاس بیچنے کو تو کچھ نہیں ہے کہ جس کے ہم دام بڑھا سکیں، ان چیزوں کے برابر کرنے کو جو ہمیں پھر خریدنی پڑتی ہیں،، ایک اور جگہ سردار ڈاکٹر سے پوچھتا ہے،، میں پوچھتا ہوں آپ سے، وہ کس قسم کے لوگ ہیں جن سے آپ کی مراد ہے۔ اور سب سے پہلے تو وہ کہ جن کے بارے میں آپ سمجھتے ہیں کہ اس طرح سے ان کو کوئی نقصان نہیں ہوتا،،

ڈاکٹر: میری مرد اان سب سے ہے جو خرید وفروخت سے روزی کماتے ہیں۔ کیونکہ جتنا مہنگا وہ خریدتے ہیں، اتنا ہی پھر بیچتے بھی ہیں۔

سردار: دوسری وضع کونسی ہے جس کی آپ کہتے ہیں اس سے جیت رہے گی۔

ڈاکٹر: ارے، وہی سب جو پرانے لگان پر کھیت لئے ہوئے ہیں خود کھیتی کرتے ہیں، کیوں بھلا اس لئے کہ دیتے تو ہیں پرانے داموں، بیچتے ہیں نئے داموں، مطلب یہ کہ زمین کا تو دیتے ہیں بہت ہی سستا اور اس پر چیزیں جو اگاتے ہیں وہ سب بیچتے ہیں مہنگی۔

سردار: وہ کونسی قسم ہے جسے، آپ نے کہا، زیادہ نقصان ہوگا اس سے، جتنا نفع ہوگا ان لوگوں کو۔

ڈاکٹر: یہ سب ہیں، امیر لوگ، شریف لوگ، اور باقی سب جن کی آمدنی یا تو محدود لگان داری سے ہوتی ہے یا

جوزمین پر کھیتی نہیں کرتے یا خرید وفروخت کا کام نہیں کرتے"

44۔فرانس میں قرون وسطی کے ابتدائی زمانے میں رڑے سر،کارندہ جاگیرداروں کے مطالبے جمع کرنے والا منشی،تھوڑے دنوں میں تاجر بن گیا اور جس نے مال وزر اینٹھ کر،عیاری وغیرہ سے اپنے آپ کو سرمایہ دار بنا لیا۔یہ رڑے سر بعض اوقات خود امراء ہوتے تھے۔مثلاً"بے ساں کوں کے قلعہ دار سردار جناب جیک دے تھوریں نے دے جوں میں برگنڈی کے ڈیوک اور کاؤنٹ کی طرف سے حساب کتاب رکھنے والے رئیس کے سامنے مذکورہ صدر جاگیر میں 25 دسمبر 1359 سے دسمبر 1360 کے اٹھائیسویں دن تک کے لگان کی وصولی کی فرد پیش کی ۔"(ایلکسس مونتیل ،"ترایتے دے میتیر یا مینوس کریتس وغیرہ"۔صفحات 235،234)۔یہیں یہ بات واضع ہوگئی ہے کہ کس طرح سماجی زندگی کے تمام شعبوں میں بڑا حصہ بچولی کو ملتا ہے۔مثال کے طور پر معاشی میدان عمل  پونجی لگانے والے،سٹہ بازار میں سٹہ کھیلنے والے،سوداگر، دوکاندار بالائی نکال لے جاتے ہیں؛دیوانی معاملات میں وکیل اپنے موکلوں کی کھال کھینچ لیتے ہیں؛سیاست میں ووٹ دینے والوں سے زیادہ اہمیت نمائندے کو حاصل ہوتی ہے،وزیر کو بادشاہ سے زیادہ؛مذہب میں خدا کو"شفاعت کرانے والا"پس منظر میں دھکیل دیتا ہے،موخرالذکر کو پھر پادری پرے ہٹا دیتے ہیں،کہ جو اچھے گلہ بان اور بھیڑوں کے درمیان ناگزیر بچولی ہوتے ہیں۔فرانس میں،انگلستان کی طرح،بڑے بڑے جاگیری علاقے بے شمار چھوٹے چھوٹے کھیتوں میں تقسیم کردیے گئے تھے،لیکن عوام کے لیے عدیم المثال زیادہ ناموافق حالات کے تحت۔چودھویں صدی میں فارم یا تیریئے وجود میں آئے۔ان کی تعداد متواتر بڑھتی رہی،ایک لاکھ سے زیادہ تک۔لگان میں وہ کل پیداوار کے بارہویں سے پانچویں حصے تک نقد یا جنس میں ادا کیا کرتے تھے۔علاقوں کی قدر و قیمت اور رقبے کے مطابق یہ فارم جاگیروں اور ذیلی جاگیروں وغیرہ میں تقسیم تھے۔ان میں سے بہتیرے تو صرف چند ایکڑ پر مشتمل تھے۔لیکن ان کاشتکاروں کو اس کی سرزمین پر رہنے والوں پر کچھ اختیارات حاصل تھے:چار درجے مقرر تھے۔ان سب چھوٹے چھوٹے جابروں کے تحت زراعت پیشہ آبادی کی مظلومیت بہ آسانی سمجھ لی جائے گی۔مونتیل کہتے ہیں کہ ایک بار ایسا ہوا کہ فرانس میں ججوں کی تعداد ایک لاکھ 60 ہزار تک پہنچ گئی،جبکہ آج 4 ہزار عدالتیں جن میں مقامی منصف بھی شامل ہیں، کافی ہوتی ہیں۔

45۔اپنی تصنیف"نوشنز دافلاسوفی ناتوریل"،پیرس،1838۔

46۔وہ نکتہ جس پر سر جیمز اسٹوارٹ زور دیتے ہیں

47۔سرمایہ دار کا کہنا یہ ہے کہ"میں تمہیں یہ عزت بخشوں گا کہ تم سے اپنی عزت کراؤں گا،بشرطیکہ تمہیں حکم

دینے میں مجھے جو تکلیف ہوگی اس کے عوض میں تمہارے پاس جو کچھ بچا ہے، وہ تم مجھے سونپ دو۔" (جے ۔جے۔روسو، "دسکورس سور ایکونومی پولی تیک"۔)

48۔میرابو، مذکورہ صدر کتاب، جلد سوئم، صفحات 20۔109، جا بجا۔اس بات کی وضاحت کہ میرابو الگ الگ کارگاہوں کو "ایک ساتھ ملی ہوئی" کی بہ نسبت زیادہ کفایتی اور زیادہ پیداوار دینے والی سمجھتے ہیں، اور موخرالذکر کو محض حکومت کی کوشش کے تحت مصنوعی طور پر باہر سے لائی ہوئی چیز، ان دنوں براعظم کی اشیاء سازی کے مرکزوں کے ایک بڑے حصے کی حالت سے ہوجاتی ہے۔

49۔"20 پاؤنڈ اون، کوئی رکاوٹ ڈالے بغیر ایک مزدور کے کنبے کے پہننے کے سال بھر کے کپڑوں میں، اس کی اپنی محنت سے دوسرے کام کے بیچ بیچ میں کرنے سے تبدیل ہوجائے ___ تو یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ دکھائی جائے؛ مگر اسی کو منڈی میں لے آیئے، فیکٹری میں بھیج دیجئے، وہاں سے دلال کے پاس، وہاں سے دوکاندار کے پاس اور آپ دیکھیں گے کہ بڑے تجارتی سودے ہوگئے اور نام چارے کا سرمایہ اپنی قدر سے سوگنی رقم بن گیا۔مزدور طبقے کا اس طرح استحصال کیا جاتا ہے کہ وہ فیکٹری کی بدحال آبادی کو، کارگاہیں قائم کرنے والے ایک طفیلی طبقے کو اور ایک جعلی کاروباری، مالی اور مالیاتی نظام کو سہارا دیتا رہے۔" (ڈیو ڈارکہارٹ، مذکورہ صدر کتاب صفحہ 120۔)

50۔کرام ویل کا زمانہ مستثنات میں سے ہے۔ جب تلک جمہوریہ برقرار رہی تب تلک انگلستان کے تمام درجوں کے عوام الناس اس ذلت سے نکل آئے تھے کہ جس میں ٹیوڈروں کے تحت وہ غرق ہوگئے تھے۔

51۔ٹکیٹ کو علم ہے کہ جدید اونی صنعت، مشینوں کے متعارف ہونے کے ساتھ ساتھ اصل اشیا سازی سے اور دیہی اور گھریلو صنعتوں کے تباہ ہونے سے ابھری ہے۔"ہل، جوا، دیوتاؤں کی ایجاد اور سورماؤں کا پیشہ، تھے؛ کیا تکلہ اور کرگھا یا اٹیرن کچھ کم ذی حیثیت کی اولاد ہیں۔اٹیرن اور ہل کو، تکلے اور جوئے کو الگ کر دیجیے تو آپ کو فیکٹریاں اور محتاج خانے، قرضے اور خوف و ہراس مل جائیں گے، دو دشمن قومیں، زراعتی اور کاروباری۔" (ڈیو ڈارکہارٹ، مذکورہ صدر کتاب، صفحہ 122۔) لیکن اب کیری آتے ہیں اور وہ انگلستان پر چیخ رہے ہیں، یقیناً بلاوجہ نہیں، کہ وہ ہر غیر ملک کو محض ایک زراعت پیشہ قوم میں تبدیل کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ جس کا صنعت کار انگلستان کو ہونا ہے۔وہ ظاہر کرتے ہیں کہ جیسے ترکی اسی طرح سے تباہ ہوا ہو، کیونکہ "زمین کے مالکوں اور پٹے داروں کو انگلستان نے کبھی موقع ہی نہیں دیا کہ وہ ہل اور کرگھے کے، ہتھوڑے اور سراون کے درمیان قدرتی اتحاد سے اپنے آپ کو طاقتور بنائیں۔" ("تجارت غلامان" صفحہ 125۔) ان کے قول کے مطابق ارکہارٹ خود ترکی کی بربادی کا، جہاں انہوں نے انگلستان کے مفاد میں آزادانہ تجارت

کے حق میں ڈھول پیٹے تھے، سب سے بڑا وسیلہ تھے۔ اس میں لطف یہ ہے کہ کیری، جو ویسے بڑے روس دوست ہیں، علیحدگی کے عمل کو تحفظ کے اسی نظام کے ذریعے باز رکھنا چاہتے ہیں جو اس کی رفتار کو تیز کرتا ہے۔

52۔ انسان دوست معاشیات داں جیسے کہ مل، روگرس، گولڈون، اسمتھ فاسیٹ وغیرہم اور اعتدال پسند صنعت کار جیسے کہ جان برائٹ اینڈ کمپنی انگلستانی مالکان اراضی سے پوچھا کرتے ہیں، جیسے کہ اللہ تعالی کائن سے ایبل کے متعلق پوچھتا ہے، ہمارے ہزار ہا دائمی مالک کاشتکار کہاں گئے؟ مگر پھر تم کہاں سے آئے؟ ان غیر میعاری کاشتکاروں کی تباہی سے۔ آگے کچھ اور کیوں نہیں پوچھتے، کپڑا بننے والے، سوت کاتنے والے اور دستکار جو آزاد تھے وہ کہاں گئے؟

53۔ صنعتی یہاں زراعتی کے برعکس معنوں میں ہے۔ "قطعی" معنوں میں کاشتکار اسی قدر صنعتی سرمایہ دار ہوتا ہے جتنا کہ کوئی صنعت کار۔

54۔ "قدرتی اور مصنوعی حقوق ملکیت کا موازنہ" لندن، 1832، صفحات 98، 99۔ گمنام تصنیف کے مصنف کا نام: "تھ۔ ہاسکن"۔

55۔ 1794 تک بھی لیڈس کے چھوٹے چھوٹے کپڑا بنانے والوں نے ایک وفد پارلیمنٹ کو یہ عرضداشت لیکر بھیجا تھا کہ سوداگر کو صنعت کار بن جانے کی ممانعت کر دینے کا قانون بنایا جائے۔ (ڈاکٹر آئیکن، "مینچسٹر کے 30 سے 40 میل تک کے مضافات کا تذکرہ" لندن، 1795۔)

56۔ ولیم ہاویٹ "نو آبادکاری اور مسیحیت: اپنی تمام نو آبادیوں میں یوروپیوں کے دیسیوں کے ساتھ برتاؤ کی ایک عام فہم تاریخ"۔ لندن، 1838، صفحہ 9۔ غلاموں کے ساتھ برتاؤ پر چارلس کومٹے کی ایک اچھی تالیف ہے "ترائیتے دلا لیجسلاسیوں"، تیسرا ایڈیشن، برکسیلز، 1837۔ اس موضوع کا تفصیلی مطالعہ کرنا چاہیے، یہ دیکھنے کے لیے کہ بورژوازی کا جہاں کہیں بھی بس چلتا ہے وہ اپنا اور مزدوروں کا کیا حال کرتی ہے، دنیا کو خود اپنے تصور کے مطابق کیسے ڈھالتی ہے۔

57۔ تھامس اسٹیمفورڈ ریفلس، اس جزیرے کے سابق لیفٹنٹ گورنر: "جاوا کی تاریخ"۔ لندن، 1817۔

58۔ 1866 میں دس لاکھ سے زیادہ ہندوستانی صرف ایک صوبے اڑیسہ ہی میں بھوکوں مر گئے۔ پھر بھی فاقے کرنے والے لوگوں کے ہاتھوں ضروریات زندگی جس قیمت پر فروخت کی جایا کرتی تھیں اس سے ہندوستانی خزانے کو مالا مال کرنے کی کوشش کی گئی۔

59۔ ولیم کابیٹ کہتے ہیں کہ انگلستان میں عام لوگوں کے تمام اداروں کو "شاہی" کہا جاتا ہے اس کے پاسنگ میں، مگر، "قومی" ہوتا ہے۔

60۔"اگر تاتاری آج کل یورپ پر حملہ کریں تو ان کو یہ سمجھانا بہت ہی مشکل ہوگا کہ ہم جسے مہتمم مالیات کہتے ہیں وہ کیا بلا ہوتی ہے۔" مانتے سکیو "ایسپریت دے لوئی" جلد چہارم، صفحہ 33، لندن، 1769۔

61۔میرابو، مذکورہ صدر کتاب۔جلد ششم، صفحہ 101۔

62۔ایڈن، مذکورہ صدر کتاب، جلد اول، حصہ دوئم، باب اول، صفحہ 421۔

63۔جان فلڈین "فیکٹری نظام کی لعنت"۔لندن، 1836، صفحات 5،6۔فیکٹری کے نظام کی اس سے پہلے کی برائیوں پر ملاحظہ فرمائیے ڈاکٹر آئیکن (1795) کتاب ہذا صفحہ 219 اور گسبورن: "آدمیوں کے فرائض کی تحقیق"، 1795 جلد دوئم۔جب دخانی انجن نے فیکٹریوں کو دیہاتی آبشاروں کے پاس سے ہٹا کر شہروں کے بیچوں بیچ پہنچا دیا تو "پرہیز گار" قدر زائد بنانے والے کو بچکانہ مال قریب ہی تیار مل گیا اور اس کو کارگاہوں سے غلاموں کو تلاش کر کے لانے کی مجبوری سے نجات مل گئی۔جب سر آر۔پیل نے ("وزیر امکانات" کے جد امجد) جب 1815 میں بچوں کے تحفظ کے لیے اپنا مسودہ قانون پیش کیا تو فرنسس ہرنر "بلیئن کمیٹی" کے روح رواں اور ریکارڈو کے قریبی دوست نے دارالعلوم میں کہا تھا: "اس بات کی تو تشہیر ہو چکی ہے کہ ایک دیوالیے کے سامان کے ساتھ ان بچوں کی ایک ٹولی، اگر یہ لفظ میں استعمال کر سکوں تو، فروخت کے لیے پیش کی گئی اور برسر عام اس کو جائیداد واملاک کے ایک حصے کی طرح مشتہر کیا گیا تھا۔اس سے دو برس پہلے عدالت شاہی کے علم میں ایک انتہائی اذیت ناک مثال پیش کی گئی تھی جب ان لڑکوں میں سے کئی جنہیں لندن کے ایک علاقے نے ایک صنعت کار کو بطور شاگرد دے دیا تھا، کسی دوسرے کو منتقل کر دیے گئے اور بعض مخیّر حضرات نے ان کو بھوکوں مرتے پایا تھا۔ایک اور ہولناک واقعے کا مجھے اس وقت علم ہوا تھا جبکہ میں ایک (پارلیمنٹری) کمیٹی کا ممبر تھا... یہ کہ چند ہی برس قبل لندن کے ایک علاقے اور لنکا شائر کے ایک صنعت کار کے درمیان سمجھوتہ ہوا، جس کے بموجب طے پایا کہ ہر 20 تندرست بچوں پر ایک غبی بچہ لیا جائے۔"

64۔1790 میں انگلستانی جزائر غرب الہند میں ایک آزاد آدمی پر دس غلام تھے، فرانسیسی میں ایک پر چودہ، ولندیزی میں ایک پر تیئیس۔(ہیزی بروگھم "یورپی طاقتوں کی نوآبادیاتی پالیسی کی تحقیقات"۔ایڈینبرا، 1803، جلد دوئم، صفحہ 74)۔

65۔"محنت کش غریب" کا فقرہ انگلستانی قوانین میں اس وقت سے ہی ملتا ہے جبکہ اجرتی مزدوروں کا طبقہ نمایاں ہونے لگتا ہے۔یہ اصطلاح ایک طرف تو "بےکار غریب"، بھکاریوں وغیرہ کے استعمال کی جاتی ہے اور دوسری طرف ان مزدوروں کے برعکس جو، ان کبوتروں کی طرح جن کو ابھی پر قینچ نہیں کیا گیا ہو، ابھی تک

خود اپنے ذرائع محنت کے مالک ہوں۔ کتاب قانون سے منتقل ہو کر یہ سیاسی معاشیات میں چلی گئی اور کولپیپر، جے۔ چائلڈ وغیرہ سے منتقل ہوتی ہوئی آدم اسمتھ اور ایڈن تک پہنچ گئی۔ اس کے بعد "ملعون سیاسی ریاکار ایڈمنڈ برکے کی "نیک نیتی" کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، جبکہ انہوں نے "محنت کش غریب" اصطلاح کو "ملعون سیاسی ریاکاری" کہا تھا۔ انگلستانی امراء کا تنخواہ دار یہ خوشامدی جس نے فرانسیسی انقلاب کے خلاف کی جانے والی کارروائیوں کی خوب تعریفیں کیں، ٹھیک اس طرح جس طرح کہ شمالی امریکی نوآبادیوں کے تنخواہ دار کی حیثیت سے اس نے امریکی جھگڑوں کے شروع انگریز طبقہ امرا کے خلاف اعتدال پسند ہونے کا ڈھونگ رچا تھا، سرتاپا اوچھا بورژوا تھا۔ "تجارت کے قوانین، قوانین قدرت اور اس لئے خدائی قوانین" (ای۔ برکے "قلت کے متعلق غور و فکر اور تفصیلات"۔ لندن، 1800، صفحات 31، 32۔) چنانچہ لوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ خدا کے اور قدرت کے قوانین کی پابندی کرتے ہوئے اس شخص نے اپنے آپ کو بہترین منڈی میں فروخت کیا! اسی ایڈمنڈ برکے کا، اعتدال پسندی کے زمانے کا ایک بہت ہی اچھا چربہ ایور ینڈ مسٹر ٹکر کی تحریروں میں ملتا ہے۔ ٹکر ایک پادری اور ٹوری تھے لیکن اس کے علاوہ وہ ایک معزز شخص اور لائق سیاسی معاشیات داں تھے۔ آج کل کے کردار کی رسوائے زمانہ بزدلی کے مقابلے میں اور "قوانین تجارت" میں انتہائی لگن کے ساتھ عقیدہ رکھنے والوں کے زمانے میں، ہمارا لازمی فرض ہے کہ برکوں کو جو اپنے جانشینوں سے صرف ایک ہی چیز، صلاحیت، میں مختلف ہیں، بار بار نشان زد کریں۔

66۔ ماری آگیئر: "دو کریدیت پبلیک"۔ پیرس، 1842۔

67۔ ایک سہ ماہی جائزے کا کہنا ہے کہ سرمایہ طوفان اٹھاتا اور جھگڑے مچاتا ہے اور مسکین صورت ہوتا ہے، جو نہایت صحیح ہے؛ لیکن یہ قصے کا نہایت نامکمل بیان ہے۔ سرمایہ کسی منافع سے یا نہایت قلیل منافع سے پرہیز نہیں کرتا، ٹھیک اس طرح سے یا نہایت قلیل منافع سے پرہیز نہیں کرتا، ٹھیک اس طرح جس طرح کہ قدرت کے متعلق پہلے کہا جاتا تھا کہ اس کو خلا سے نفرت ہوتی ہے۔ کافی منافع سے سرمائے میں بڑی ہی جرات آجاتی ہے۔ 10 فیصدی یقینی اگر ہو تو اس کے کہیں بھی لگنے کی ضمانت ہو سکتی ہے، 20 فیصدی سے یقیناً اشتیاق پیدا ہوگا، 50 فیصدی سے قطعی بے باکی، 100 فیصدی اس کو تمام قوانین انسانی پامال کرنے کو مستعد کر دیگا؛ 300 فیصدی اور پھر تو کوئی بھی جرم ایسا نہیں جس کے ارتکاب سے، نہ کوئی خطرہ جسے مول لینے سے وہ ہچکچائے، یہاں تک کہ چاہے اس کے مالک کے پھانسی پر لٹک جانے کا ہی خدشہ کیوں نہ ہوں۔ اگر بدامنی اور جنگ و جدل سے منافع ہو تو وہ دونوں کی آزادانہ ہمت افزائی کرے گا۔ اسمگلنگ اور غلاموں کی تجارت نے وہ سب کچھ بخوبی ثابت کر دیا ہے جو یہاں بیان کیا گیا ہے۔" (ٹی۔ جے ڈننگ: "ٹریڈ یونینیں اور ہڑتالیں"

۔لندن،1860 صفحات35,36۔)

68۔"ہم آج کل پوری طرح نئے سماجی حالات میں زندگی بسر کر رہے ہیں... ہمارا رجحان یہ ہے کہ ہم ہر طرح کی املاک سے ہر طرح کی محنت کا تعلق ختم کر دیں۔"(سسموندی"نووے پرنسی بے دے لاسیکنومی پولیٹیک"، پیرس، جلد دوئم، صفحہ 434۔)

69۔صنعت کا فروغ جس کو غیر ارادی طور پر بڑھاوا بورژوازی دیتی ہے، مقابلہ بازی کے باعث مزدوروں کے الگ تھلگ رہنے کی جگہ تنظیم وانجمن کے باعث ان کے انقلابی اتصال واتحاد کو مل جاتی ہے۔اس لئے جدید صنعت کی نشونما اور ترقی اس بنیاد کو ہی بورژوازی کے پیروں کے نیچے سے کھسکا دیتی ہے جس پر وہ مصنوعات تیا کرتی اور اینٹھ لے جاتی ہے۔اس لئے بورژوازی سب سے مقدم جو کچھ پیدا کرتی ہے۔اس لئے بورژوازی سب سے مقدم جو کچھ پیدا کرتی ہے وہ خود اس کے گورکن ہیں۔اس کا زوال اور پرولتاریہ کی فتح یکساں ناگزیر ہیں۔ان تمام طبقوں میں سے جو آج بورژوازی کے آمنے سامنے کھڑے ہیں، صرف پرولتاریہ ہی حقیقی انقلابی طبقہ ہے دوسرے طبقے جدید صنعت کے بالمقابل ختم اور غائب ہو جاتے ہیں، پرولتاریہ اس کی خاص اور لازمی پیداوار ہے... نچلے درمیانی طبقے: چھوٹے چھوٹے صنعت کار، دوکاندار، دستکار، کسان یہ سب درمیانی طبقے کے ٹکڑوں کی حیثیت سے اپنے وجود کو مٹنے سے بچانے کے لئے بورژوازی کے خلاف لڑتے ہیں... وہ رجعت پسند ہوتے ہیں کیونکہ وہ تاریخ کے پہیے کو الٹا گھمانا چاہتے ہیں۔(کارل مارکس اینڈ فریڈرک اینگلس، "مینی فیسٹ ڈر کمونسٹی شین پارٹی"، لندن، 1848، صفحات9،11۔)

70۔یہاں ہمارے زیر بحث اصل نوآبادیاں، اجوت زمینیں ہیں جن میں آزاد مہاجرین جا کر آباد ہو گئے تھے۔ریاستہائے متحدہ معاشیاتی اعتبار سے اگر کہیں تو اب بھی یورپ کی محض نوآبادی ہے۔علاوہ ازیں اس زمرے میں وہ پرانے باغات بھی آجاتے ہیں جن میں غلامی کے خاتمے سے سابقہ حالات قطعی بدل گئے ہیں۔

71۔جدید آبادکاری کے موضوع پر ویکفیلڈ کی چند جھلکیوں کی فطری طرز حکومت کے حامی میرابو پیرے اور اس سے بھی بہت پہلے انگریز معاشیات دانوں نے مکمل پیش بینی کر لی تھی۔

72۔بعد میں یہ بین الاقوامی مقابلے بازی کی جدوجہد میں ایک عارضی ضرورت بن گئی۔لیکن نیت خواہ کچھ ہو، نتائج وہی رہتے ہیں۔

73۔"نیگرو نیگرو ہوتا ہے۔بعض صورت حالات میں وہ ایک غلام بن جاتا ہے۔سوت کاتنے کی مشین کتائی کی مشین ہوتی ہے۔صرف بعض صورتوں میں ہی وہ سرمایہ بن جاتی ہے۔ان صورت حالت کے علاوہ وہ اس

سے زیادہ سرمایہ نہیں ہوتا جتنا کہ سونا بطور خود زر رہتا ہے، یا شکر قیمت ہوتی ہے شکر کی... سرمایہ پیداوار کا ایک تواریخی تعلق ہوتا ہے۔" (کارل مارکس "لوہنار بائٹ انڈ کیپٹال"۔این۔آر ایچ۔زیڈ۔شمارہ 266، 7 اپریل 1849ء۔)

74۔ای۔جی۔ویکفیلڈ: "انگلستان اور امریکہ" جلد دوئم، صفحہ 33۔

75۔کتاب مذکورہ صدر، صفحہ 17۔

76۔کتاب مذکورہ صدر، صفحہ 18۔

77۔کتاب مذکورہ صدر، صفحات 42-44۔

78۔کتاب مذکورہ صدر، جلد دوئم، صفحہ 5۔

79۔" آبادکاری کا عنصر بننے کے لئے زمین نہ صرف غیر آباد بلکہ مشترکہ ملکیت ہونی چاہئے جس کو نجی ملکیت میں تبدیل کیا جاسکے۔" (کتاب مذکورہ صدر، جلد دوئم، صفحہ 125۔)

80۔کتاب مذکورہ صدر، جلد اول، صفحہ 247۔

81۔کتاب مذکورہ صدر، صفحات 21، 22۔

82۔کتاب مذکورہ صدر، جلد دوئم، صفحہ 116۔

83۔کتاب مذکورہ صدر، جلد اول، صفحہ 131۔

84۔کتاب مذکورہ صدر، جلد دوئم، صفحہ 5۔

85۔میری ویل " آبادکاری اور نو آبادیوں پر لیکچر"۔لندن، 1841، جلد دوئم، صفحات 235-214، جا بجا۔نرم مزاج، آزاد تجارت کے حامی، عامیانہ معاشیات دان، مولینار ی تک کہتے ہیں: "جن نو آبادیوں میں غلام رکھنے کے نظام کو ختم کر دیا گیا ہے لیکن بیگار کی جگہ آزاد محنت اتنی ہی مقدار میں حاصل نہیں کر سکی ہے، وہاں جو کچھ ہم روزانہ اپنی آنکھوں کے سامنے ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں اس کا بالکل الٹا ہوتا ہے۔وہاں ہم یہ پاتے ہیں کہ عام مزدور الٹے پیشہ ور صنعت کاروں کا استحصال کرنے لگتے ہیں اور پیداوار کے معقول حصے سے بہت زیادہ مانگنے لگتے ہیں۔باغوں کے مالک چونکہ اپنی شکر اتنے اونچے داموں پر نہیں بیچ پاتے، جن سے کہ بڑھی ہوئی مزدوری کا پڑتا پورا ہو سکے، اس لئے ان کو مجبور ہو کر اسے پہلے اپنے منافع میں سے اور پھر اپنے اصل زر میں سے پورا کرنا پڑتا ہے۔اس طرح باغوں کے بہت سے مالک ایک دم برباد ہو گئے۔دوسروں نے بربادی سے بچنے کے لئے شکر بنانے کے اپنے کارخانے بند کر دئے ہیں... اس میں تو شک نہیں کہ آدمی کی کئی پیڑھیوں کے برباد ہو جانے کی بہ نسبت بہتر یہ ہے کہ جمع پونجی ضائع ہو جائے۔" (کیا دریا دلی ہے،

مسٹر مولیناری کی!)"اس سے بہتر کیا یہ نہیں ہوتا کہ پونجی بھی جوں کی توں رہتی اور انسان بھی زندہ رہتے؟" (مولیناری، کتاب مذکورہ صدر، صفحات 51، 52) مسٹر مولیناری، مسٹر جائز حصے میں اور جزائر غرب الہند میں مزدور پیش روصنعت کار کے حصے کو کم کرسکتا ہے تو پھر دس احکام الٰہی کا، موسیٰ اور پیغمبروں کا، رسد اور طلب کے قانون کا کیا ہوتا ہے؟ اور ذرا یہ تو بتایئے یہ "جائز حصہ" کیا ہے جو خود آپ کے قول کے مطابق یورپ میں سرمایہ دار روز ادا کرنے میں کوتاہی کرتا ہے؟ وہاں، نوآبادیوں میں تو جہاں مزدور اتنے "سادہ لوح" ہیں کہ سرمایہ دار کا "استحصال" کرتے ہیں، مسٹر مولیناری کی تو زبردست خواہش یہ ہوتی ہے کہ رسد اور طلب کے قانون کو، جو اور جگہ تو خود بخود کام کرتا ہے، بذریعہ پولیس صحیح ڈگر پر لے آئیں۔

86۔ ویکفیلڈ، کتاب مذکورہ صدر، جلد دوئم، صفحہ 52۔

87۔ مذکورہ صدر کتاب، صفحات 191، 192۔

88۔ مذکورہ صدر کتاب، جلد اول، صفحات 47، 246۔

89۔ "تو آپ کا کہنا یہ ہے کہ زمین اور سرمائے پر کچھ افراد کی نجی ملکیت کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ جس آدمی کے پاس اپنے ہاتھوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے، اسے بھی کام مل سکتا ہے اور وہ اپنی زندگی بسر کرسکتا ہے... میں آپ سے کہتا ہوں کہ بات اس کی الٹی ہے۔ زمین پر کچھ لوگوں کی نجی ملکیت کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ کچھ ایسے لوگ ہیں جن کے پاس اپنے ہاتھوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے... جب آپ کسی آدمی کو خلا میں بند کر دیتے ہیں تب آپ اس کے لئے ہوا پانا ناممکن بنا دیتے ہیں۔ جب اور زمین پر قبضہ کر لیتے ہیں، تب بھی آپ یہی کرتے ہیں... آپ انسان کو ایسی خلا میں بند کر دیتے ہیں جس میں ذرا بھی دولت نہیں چھوڑی گئی ہے، اور یہ آپ اس لئے کرتے ہیں کہ وہ آدمی ہمیشہ آپ کی خواہش کا غلام رہے۔" کولنس "لا ایکنومی پولی تیک، سورس رعوالوسیوں ایتدے یوتوپی پریتاندوسوسیالستے" پیرس، 1857، باب سوئم، صفحات 268۔271، جابجا۔) صفحہ 74

90۔ ویکفیلڈ، کتاب مذکورہ صدر، جلد دوئم، صفحہ 192۔ صفحہ 75

91۔ کتاب مذکورہ صدر، صفحہ 45۔ صفحہ 75

92۔ جیسے ہی آسٹریلیا نے اپنے قوانین خود بنانے شروع کر دئے، ظاہر ہے کہ اس نے ایسے قوانین منظور کئے جو نوآباد لوگوں کے لئے موافق تھے، لیکن انگلستانی حکومت زمین کو لٹانے کی جو کاروائیاں کر چکی تھی وہ راستے میں حائل ہیں۔ "1862 کے نئے قانون اراضی میں جو چیز سب سے پہلے اور خاص طور پر پیش نظر رکھی گئی ہے اس کا مقصد لوگوں کے آباد ہونے کے لئے سہولتوں میں اضافہ کر کے انھیں مہیا کرنا ہے۔" ("وکٹوریہ کا

قانون اراضی "از عزت مآب سی۔ جی۔ ڈفی، وزیر برائے اراضیات عامہ، لندن، 1862۔) صفحہ 77

---


اس کتاب کو مارکسسٹس انٹرنیٹ آرکائیو marxists.org کے لیے ابن حسن نے ترتیب دیا۔

**کمپوزنگ:** نوید، مبین، ابن حسن

**نظر ثانی ترجمہ:** ابن حسن



اپنی رائے اور تجاویز کے لیے درج ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

hasan@marxists.org